ذوق بندگی

زندگی بے بندگی شرمندگی

ظفر اللہ خان

ذوق بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی
ظفر اللہ خان

ذوق بندگی

زندگی بے بندگی شرمندگی

ظفر اللہ خان

مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور

©2020ءمشتاق بک کارنر، الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور
جملہ بحق ناشر حقوق محفوظ ہیں۔ یہ کتاب یا اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی شکل الیکٹرانک، مکینیکل، فوٹو کاپی، ریکارڈنگ یا کسی اور ذریعہ سے مشتاق بک کارنر، الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور کی با قاعدہ تحریری اجازت کے بغیر استعمال یا شائع نہیں کیا جا سکتا۔ حوالہ یا تبصرہ کے لیے کتاب، مصنف کا نام اور صفحہ نمبر کا اندراج ضروری ہے۔

مصنف	:	**ظفراللہ خان**
ایڈیشن	:	اول، 2020
اشاعت	:	ستمبر، 2020ء
تعداد	:	۱۰۰۰
آئی ایس بی این	:	000-000-00-0.
قیمت	:	....

مشتاق بک کارنر کی مطبوعات کے بارے میں مزید معلومات کے لیے رابطہ:
ویب سائٹ:----------------------------یا فون--------------------
یا ای میل:---------------------------

۲۹۷.۴ خان، ظفراللہ
خ ان ذوق بندگی: زندگی بے بندگی شرمندگی/ظفراللہ خان۔اول ایڈیشن
لاہور: مشتاق بک کارنر، ۲۰۲۰
xii، ۱۵۲ ص۔
کتابیات
آئی ایس بی این: .000-000-00-0

۱۔اسلام ۲۔تصوف ۳۔مقامات ۴۔توبہ ۵۔تقویٰ ۶۔زہد ۷۔صبر ۸۔ رضا ۹۔توکل ۱۰۔صدق ۱۱۔شکر ۱۲۔ تواضع ۱۳۔سخاوت ۱۴۔ذکر ۱۵۔اخلاص ۱۶۔عنوان ۱۷۔ مصنف

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

(مولانا جلال الدین رومیؒ)

فہرست مضامین

مقدمہ	vii
۱۔ مقام توبہ	۱
۲۔ مقام تقوی	۱۵
۳۔ مقام زہد	۲۷
۴۔ مقام صبر	۴۳
۵۔ مقام رضا	۵۵
۶۔ مقام توکل	۶۷
۷۔ مقام صدق	۷۹
۸۔ مقام شکر	۹۱
۹۔ مقام تواضع	۱۰۱
۱۰۔ مقام سخاوت	۱۱۳
۱۱۔ مقام ذکر	۱۲۳
۱۲۔ مقام اخلاص	۱۳۳
کتابیات	۱۴۹

مقدمہ

۱۔ لفظ اسلام لغوی اعتبار سے سلم سے ماخوذ ہے۔ 'سلم'، اپنے 'س' پر زبر یا پھر زیر لگا کر دو انداز میں پڑھا جاتا ہے:

(i)۔ سَلم (salm): جس کے معنی امن و سلامتی کے ہیں۔

(ii)۔ سِلم (silm): جس کے معنی اطاعت، داخل ہو جانے اور بندگی کے ہیں۔

اسلام امن و سلامتی کے معنوں میں قرآن مجید کی سورت الانفال کی آیت ۶۱ میں ان الفاظ میں آیا ہے:

وَإِن جَنَحُواْ لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ.

(اور اگر جھکیں صلح (امن) کی طرف تو تم بھی جھک جاؤ اس کی طرف اور اللہ پر بھروسہ کرو)

اسلام اطاعت و فرمانبرداری کے معنوں میں قرآن مجید کی سورت البقرہ کی آیت ۲۰۸ میں ان الفاظ میں آیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلاَ تَتَّبِعُواْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ.

(اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو۔ بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے)

۲۔ اسلام کی بنیاد ایمانیات پر ہے۔ دراصل ایمانیات سے مراد وہ عقائد ہیں جن پر کامل اعتقاد (زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق) رکھنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ ان عقائد کو مانے بغیر کوئی بھی شخص اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا۔ احسان بھی تعلق باللہ کا لازمی جز ہے۔ حدیث جبریل میں ارشاد ہے: کہ سفید کپڑوں میں ملبوس ایک آدمی آیا۔ ہم میں سے کوئی اسے نہ جانتا تھا اور اس پر سفر کے اثرات بھی نہ تھے۔ اس نے حضور نبی کریم ﷺ سے مختلف سوالات پوچھے۔ انہی سوالات میں سے ایک یہ تھا: مجھے یہ بتائیے کہ احسان کیا ہے؟ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو پھر (یہ دھیان میں رکھو کہ) وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ (صحیح بخاری، ج:۱، رقم الحدیث: ۴۹ حدیث متواتر)

۳۔ احسان کو اخلاص، تزکیہ نفس اور تصوف وسلوک سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ دراصل احسان اس کیفیت کا نام ہے جو صحیح عقائد سے وابستگی اور شریعت کی فرمانبرداری کے بعد اللہ پاک کی توجہ سے پیدا ہوتی ہے اور بندے کو اپنے معبود کی قربت عطا کرتی ہے۔ اس سے ایمان و اسلام کی ظاہری صورت (یعنی عبادات اور حقوق انسانی) کا صحیح معیار اور حسن قائم ہوتا ہے۔ عبادات کا یہی صحیح معیار اور حسن درحقیقت بندے کو معبود کی کامل قربت اور عبدیت کا حقیقی مقام عطا کرتا ہے۔

۴۔ لفظ صوفی یا تصوف کے بارے میں علما و محققین کی مختلف آرا ہیں۔ کچھ لوگ صوفی کو صوفی اس لیے کہتے ہیں کہ صوفی صوف (اون) کے کپڑے پہنتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ نماز کی صف اول میں ہونے کی وجہ سے انہیں صوفی کہا جاتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اصحاب صفہ سے نسبت کی وجہ سے صوفی کہا جاتا ہے اور بعض کی رائے میں لفظ صوفی صفا (پاک باز) سے ہے۔ اس کی ضد میل ہے چونکہ اہل تصوف اپنے اخلاق اور معاملات کو صاف رکھتے ہیں اور دل کی بیماریوں سے پاک ہوتے ہیں اس لیے صوفی کہلاتے ہیں۔

۵۔ حضرت ابوعلی احمد رودباریؒ فرماتے ہیں، تصوف یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے محبوب کے در پر دھرنا دے کر بیٹھ جائے خواہ اسے دھکے ہی کیوں نہ پڑیں۔ حضرت ابوبکر شبلیؒ فرماتے ہیں دل میں کسی بھی چیز کا غم رکھے بغیر اللہ تعالیٰ سے لو لگانا (محبت کرنا) تصوف کہلاتا ہے۔ حضرت ابن جلاؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص فقیر کے مرتبہ پر ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سبب پر نظر نہیں رکھتا۔ چنانچہ ایسے کو صوفی کہتے ہیں۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ باطن کا اللہ تعالیٰ سے جُڑ جانا تصوف ہے۔ یہ کیفیت صرف اس وقت حاصل ہوتی ہے جب حق کے ساتھ قائم رہنے کی وجہ سے اسباب سے بے تعلق ہو چکا ہو۔

۶۔ اگر ہم تصوف کے لفظ کو چھوڑ کر جو دوسری صدی میں استعمال ہونا شروع ہوا، براہِ راست قرآن وحدیث اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف رجوع کریں اور کتاب وسنت کا اس نقطہ نظر سے مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید دین کے ایک شعبہ اور نبوت کے ایک اہم رکن کی طرف خاص طور پر توجہ دلاتا ہے اور اس کو تزکیہ نفس سے تعبیر کرتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ (سورۃ الجمعہ، آیت:۲)

(وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انہیں میں سے مبعوث فرمایا، جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ

کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور بیشک وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے)

پاک کرنے سے مراد یہ ہے کہ انسانی نفس کو اعلیٰ اخلاق سے آراستہ کیا جائے اور برے اخلاق (رذائل) سے پاک کیا جائے۔ جس کے شاندار نمونے اور مثالیں ہمیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں میں نظر آتی ہیں اور جس کے نتیجے کے طور پر ایسا صالح، پاکیزہ اور مثالی معاشرہ وجود میں آیا، دنیا جس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔

۷۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں علم قرآن، علم حدیث وفقہ وغیرہ جدا جدا نہ تھے بلکہ بعد کے زمانے میں قرآن مجید اور حدیث سے اخذ کر کے بہت سے علوم نکالے گئے اور ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ نام سے پکارا جانے لگا۔ ان علوم کے بنانے والوں کو سب نے امام مانا۔ بالکل اسی طرح تزکیہ نفس کی تعلیم دینے والے ایسے بزرگانِ دین گزرے ہیں کہ ان کو سب نے پیشوا مانا ہے، جیسے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، خواجہ بہاؤالدین نقشبندیؒ، خواجہ معین الدین چشتیؒ، شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، حضرت جنید بغدادیؒ، شیخ ابوبکر شبلیؒ اور حضرت بایزید بسطامیؒ وغیرہ۔ جس طرح دیگر علوم کا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ایک خاص نام ہو گیا جیسا کہ علم فقہ اور علم حدیث، اسی طرح مشائخ کرامؒ کے تزکیہ نفس کے طریقہ کا نام تصوف ہو گیا۔

۸۔ اسلام کا اصل مقصد بندے کو اس کے رب سے جوڑنا ہے۔ اس کا کچھ حصہ ظاہری شریعت (قانون) سے متعلق ہے اور کچھ حصہ باطنی اخلاقیات یا روحانیات سے جسے تصوف بھی کہا جاتا ہے۔ شریعت بنیادی فریم ورک عطا کرتی ہے تا کہ انسان بھٹکنے سے بچ جائے۔ لیکن زیادہ اخلاقی ترقی کا دارومدار انسان کی اپنی روحانی طلب پر ہے۔ جتنی طلب ہوگی اتنی ہی زیادہ ترقی ہوگی۔ تصوف روحانی طلب و ترقی سے بحث کرتا ہے۔

۹۔ ہمارے ہاں تصوف اللہ تعالیٰ کی محبت کے لیے اللہ پاک کی کائنات وانسانیت سے تعلق بڑھانے کی بجائے ترکِ دنیا کا سبق دینے لگا۔ حالانکہ اصل تصوف دنیا کے بے اعتدالانہ استعمال کے ترک کی تعلیم دیتا تھا۔ اس غلط تصوف کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلم دنیا پر اضمحلال (سستی) طاری ہونے لگا۔ اقبال کے بقول مسلمانوں کے زوال کے اسباب میں سقوطِ بغداد کے بعد غلط تصوف کا حصہ ہے۔ جس زمانے میں مغرب میں علوم فطرت سے ترقی ہو رہی تھی ہم لذت سکر میں جیتے رہے۔ ہم مجموعی طور پر عالمی عمل سے

بیگانہ رہے۔ ہمارے تصوف نے کائنات میں غور فکر کی بجائے خواب اور کشف پر زور دیا۔ غلط صوفیانہ تصورات سے ہمارے اندر جو مزاج پیدا ہوا وہ غیر سائنسی تھا بلکہ ضد سائنس تھا۔ سائنس انسان کو خارجی مظاہر قدرت کی طرف مائل کرتی ہے۔ ہم نے ساری توانائیاں باطن کی طرف موڑ دیں اور باطن کا سفر کہیں ختم نہ کیا۔

۱۰۔ مقامات مقام کی جمع ہے۔ لفظ مقام اقامت کے معنی میں ہے۔ مقام سے مراد سالک کا وہ درجہ ہے جو اسے عبادات اور مجاہدات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں حاصل ہوتا ہے۔ متقین کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف قسم کی کیفیات کا ورود ہوتا رہتا ہے۔ اصحاب تصوف ان میں سے بعض کو احوال کا نام دیتے ہیں اور بعض کو مقامات کا۔ دراصل جب کوئی حال ثابت ہو جائے اور سالک کی زندگی کا لازمی جز بن جائے تو اس کو مقام کہتے ہیں۔

۱۱۔ یوں تو سالک کے بے شمار مقامات ہیں البتہ کچھ مقامات معروف اور انتہائی اہمیت کے حامل ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(i)۔ **مقام توبہ:** توبہ گناہ کے کاموں سے اللہ پاک کی اطاعت کی طرف پلٹنے کا نام ہے۔

(ii)۔ **مقام تقویٰ:** تقویٰ گناہوں کے ساتھ ساتھ شک و شبہ والے کاموں سے بچنا ہے۔

(iii)۔ **مقام زہد:** انسان کا خود کو نفسانی خواہشات سے پاک کر کے اللہ پاک کی عبادت کے لیے خاص کر لینا زہد کہلاتا ہے۔

(iv)۔ **مقام صبر:** صبر کا مطلب ہے کہ انسان اپنے نفس کو شریعت کی حرام کردہ چیزوں سے باز رکھے اور مشکلات میں ثابت قدم رہے۔

(v)۔ **مقام رضا:** رضا کا مطلب ہے کہ انسان اپنی کوشش کے بعد تقدیر کے جاری ہونے پر زبان یا دل سے اعتراض نہ کرے۔

(vi)۔ **مقام توکل:** توکل سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی روزمرہ زندگی کے معاملات میں اپنی طرف سے پوری کوشش کرنے کے بعد نتائج کے حوالے سے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے۔

(vii)۔ **مقام صدق:** سالک کے مقام صدق سے مراد گفتگو، کردار اور احوال میں سچ بولنا ہے۔

(viii)۔ **مقام شکر:** جب بندہ محسوس کرتا ہے کہ وہ تمام مادی اور روحانی نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں تو اس

کے دل میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کا جذبہ ابھرتا ہے، یہی شکر گزاری ہے۔

(ix)۔ **مقام تواضع:** تواضع سے مراد انسان کا اپنے آپ کو دوسروں سے چھوٹا یا عاجز سمجھنا، حقوق العباد کا خیال رکھنا، دوسروں کے حقوق کو اپنے حقوق پر مقدم رکھنا اور تکبر کو ترک کرنا ہے۔

(x)۔ **مقام سخاوت:** سخاوت کا مطلب ہے کہ انسان اپنے مال کو اللہ پاک کی رضا وخوشنودی کے لیے خرچ کرے۔

(xi)۔ **مقام ذکر:** ذکر سے مراد اللہ پاک کی یاد ہے۔

(xii)۔ **مقام اخلاص:** اخلاص سے مراد یہ ہے کہ انسان زندگی میں جو بھی عمل کرے، اس کا دل اس بات پر مطمئن ہو کہ میں یہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کر رہا ہوں۔

۱۲۔ مقامات اگرچہ روحانی کیفیات اور اعمال ہیں مگر ان میں کمی وبیشی سے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ ذہن میں رہنا چاہیے کہ مقامات اصل نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم ﷺ کی محبت و اطاعت کے حصول کے ذرائع ہیں۔ مقامات کی غلط تفہیم مسائل پیدا کرتی ہے۔ حضرت علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

وہ صوفی کہ تھا خدمت حق میں مرد
محبت میں یکتا، حمیت میں فرد
عجم کے خیالات میں کھو گیا
یہ سالک مقامات میں کھو گیا

اس لیے ان مقامات کو قرآن کریم، حدیث پاک اور اعلیٰ پائے کے صوفیائے کرامؒ کی تعلیمات کی روشنی میں واضح کرنے کے لیے ایک ضخیم کتاب مقامات تیار کی۔ احباب کے اصرار پر اس کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے۔

ظفر اللہ خان

خانقاہ، اسلام آباد
ستمبر ۲۰۲۰

۱

مقام توبہ

۱۔ توبہ کا مفہوم

(۱)۔ توبہ کے معنی رجوع کرنا اور پلٹ آنا ہے۔شریعت کے منع کردہ کاموں سے جن کاموں کا شریعت نے حکم دیا ہے، کی طرف پلٹ آنا توبہ ہے۔یعنی گناہ کے راستے سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف پلٹنے کا نام توبہ ہے۔

(۲)۔ انسان اگر اپنے پروردگار سے محبت کرتا ہے تو پھر وہ اس کی پسند و ناپسند کے معاملے میں بے پروا نہیں ہو سکتا۔توبہ دراصل کسی کمزوری کی وجہ سے اللہ پاک کی پسند سے ہٹ جانے کے بعد شدید پشیمانی کا احساس، اپنے رب کے حضور معافی کی درخواست اور اس ارادے کا اظہار ہے کہ وہ پھر کبھی خدا تعالیٰ کے ناپسندیدہ کام کو نہیں کرے گا۔

(۳)۔ حضور نبی کریم ﷺ نے توبہ کو واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَإِنَّ التَّوْبَةَ مِنَ الذَّنْبِ النَّدَمُ وَالِاسْتِغْفَارُ. (مسند احمد، ج:۹، رقم الحدیث:۶۱۹۱)

(گناہ سے توبہ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ آدمی اپنے گناہ پر پشیمان ہو اور اس کے لیے اللہ سے معافی مانگے)

۲۔ قرآن پاک میں توبہ کا بیان

توبہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں توبہ کرنے کی طرف بار بار توجہ دلائی ہے اور توبہ نہ کرنے والوں کو ظالم قرار دیا ہے کیوں کہ وہ اللہ پاک کی صفت رحمان سے روگردانی کر کے اپنی ہی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کو ہر وقت معاف کرنے اور بخش دینے پر تیار رہتا ہے۔

توبہ کی اہمیت کے پیشِ نظر درج ذیل قرآنی آیات کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہیے:

(۱)۔ تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (سورۃ النور، آیت:۳۱)

(اے مومنو! تم سب مل کر اللہ پاک سے توبہ کرو تا کہ کامیاب ہو جاؤ)

(۲)۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا. (سورۃ التحریم، آیت:۸)

(اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کے سامنے سچی خالص توبہ کرو)

(۳)۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ. (سورۃ البقرہ، آیت:۲۲۲)

(بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے)

(۴)۔ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. (سورۃ المائدہ، آیت:۳۹)

(پھر جو شخص ایسا ظلم کرنے کے بعد توبہ کر لے اور اپنی اصلاح کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے وہ یقیناً بہت بخشنے والا رحم کرنے والا ہے)

(۵)۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ. (سورۃ اعراف، آیت:۲۳)

(اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اور اگر تو نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا، یقیناً ہم خسارہ پانے والوں سے ہو جائیں گے)

۳۔ توبہ احادیث کی روشنی میں

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار توبہ کی ترغیب دلائی ہے۔ ان احادیث سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے:

(۱)۔ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً". (صحیح بخاری، ج:۳، رقم الحدیث:۱۲۵۷)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ کی قسم میں اللہ تعالیٰ سے دن میں ستر بار سے بھی زیادہ استغفار کرتا ہوں)

(۲)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ لَزِمَ الِاسْتِغْفَارَ، جَعَلَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجًا، وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا، وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ". (سنن ابوداؤد، ج:۱، رقم الحدیث:۱۵۱۴)

(حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو استغفار کرنے کو اپنے اوپر لازم کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کا ایک راستہ پیدا فرمائے گا اور ہر غم سے نجات دے گا اور ایسی جگہ سے روزی عطا فرمائے گا جہاں سے اس کو گمان بھی نہ ہوگا)

(۳)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّ الْعَبْدَ

إِذَا أَخْطَأَ خَطِيئَةً نُكِتَتْ فِي قَلْبِهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ، فَإِذَا هُوَ نَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ وَتَابَ صُقِلَ قَلْبُهُ، وَإِنْ عَادَ زِيدَ فِيهَا حَتَّى تَعْلُوَ قَلْبَهُ". (جامع ترمذی، ج:۲، رقم الحدیث:۱۲۸۵)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگا دیا جاتا ہے۔ پھر وہ اگر اسے ترک کر دے یا استغفار کرے اور توبہ کرے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے۔ اگر دوبارہ گناہ کرے تو سیاہی بڑھا دی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ سیاہی اس کے دل پر چھا جاتی ہے)

(۴)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ أَنَّى لِي هَذِهِ، فَيَقُولُ: بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ". (مسند احمد، ج:۴، رقم الحدیث:۳۳۸۱)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جنت میں ایک نیک آدمی کے درجات کو بلند کرتا ہے تو وہ پوچھتا ہے کہ پروردگار! میرے یہ درجات کیوں بلند کیے گئے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تیرے حق میں تیری اولاد کے استغفار کی وجہ سے تمہارے درجات بڑھائے گئے ہیں)

(۵)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَوْ أَخْطَأْتُمْ حَتَّى تَبْلُغَ خَطَايَاكُمُ السَّمَاءَ، ثُمَّ تُبْتُمْ لَتَابَ عَلَيْكُمْ". (سنن ابن ماجہ، ج:۳، رقم الحدیث: ۱۱۲۸)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم اتنے گناہ کرو کہ آسمان تک پہنچ جائیں، پھر تم توبہ کرو، تو اللہ تعالیٰ تم کو معاف کر دے گا)

(۶)۔ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَلّٰهُ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ رَجُلٍ أَضَلَّ رَاحِلَتَهُ بِفَلَاةٍ مِنَ الْأَرْضِ، فَالْتَمَسَهَا، حَتَّى إِذَا أَعْيَى تَسَجَّى بِثَوْبِهِ، فَبَيْنَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ سَمِعَ وَجْبَةَ الرَّاحِلَةِ حَيْثُ فَقَدَهَا، فَكَشَفَ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهِ، فَإِذَا هُوَ بِرَاحِلَتِهِ". (سنن ابن ماجہ، ج:۳، رقم الحدیث:۱۱۲۹)

(حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ

اپنے بندوں کے توبہ کرنے سے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی سواری ویران صحرا میں کھو جائے وہ اس کو ڈھونڈتا رہے یہاں تک کہ تھک کر اپنا کپڑا اوڑھ لے اور لیٹ جائے (یہ سمجھ کر کہ اب مرنے میں کوئی شک نہیں، پانی سب اسی سواری پر تھا اور اس جنگل میں پانی تک نہیں) اتنے میں وہ سواری کی آواز سنے اور اپنے منہ سے کپڑا اٹھا کر دیکھے، تو اسی کی سواری آتی ہو)

(۷)۔ عَنِ عبدِ اللهِ بنِ مسعودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ". (مشکوۃ المصابیح، ج:۲، رقم الحدیث:۸۹۵)

(حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گناہوں سے صحیح اور پختہ توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو)

۴۔ توبہ کی شرائط

(۱)۔ انسان سے جانے یا انجانے میں گناہ ہو ہی جاتا ہے، اس لیے توبہ ضروری ہے۔ اگر گناہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان معاملات سے متعلق ہے، جس میں کسی انسان کی کوئی حق تلفی (حق چھن جانا) نہیں ہوئی، تو اس کی توبہ کے لیے تین لازمی شرائط ہیں:

(i)۔ انسان گناہ کا وہ کام چھوڑ دے جس سے توبہ کر رہا ہے۔

(ii)۔ انسان یہ گناہ کرنے پر شرمندہ ہو۔

(iii)۔ انسان اس بات کا پختہ عزم کرے کہ وہ یہ گناہ دوبارہ نہیں کرے گا۔

(۲)۔ اگر انسان سے کوئی ایسا گناہ ہو جائے جو کسی انسانی حقوق سے متعلق ہو تو توبہ کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ پہلے اس انسان کے حق سے خود کو بری کرے جس کی حق تلفی (حق چھن جانا) ہوئی ہو۔ چنانچہ اگر کسی کو کوئی مالی نقصان پہنچا ہے تو اس کا یہ نقصان پورا کیا جائے یا اس سے اس نقصان کی معافی مانگی جائے۔ اس کے بعد باقی شرائط پوری کرے۔

(۳)۔ عام طور پر توبہ کی قبولیت کی شرائط یہی ہیں۔ البتہ اگر انسان سے غلطی سے کوئی قتل ہو جائے تو توبہ کی شرائط مختلف ہیں۔ قتل خطا (غلطی سے قتل کرنے) کی توبہ کے لیے ضروری ہے کہ باقی شرائط کے ساتھ ساتھ ایک غلام آزاد کیا جائے اور اگر غلام موجود نہ ہو تو لگاتار دو ماہ کے روزے رکھے جائیں۔ مقتول کے ورثا کو دیت ادا کی جائے (سورۃ النسا، آیت: ۹۲)۔ قتل خطا پر توبہ کا طریقہ چونکہ اللہ تعالیٰ ہی نے

متعین فرما دیا ہے لہٰذا اس جرم کی توبہ کے طور پر یہ شرائط بھی لازمی طور پر پوری کرنی ہوں گی۔

۵۔ توبہ کا قبول نہ ہونا

قرآن مجید میں بعض ایسے لوگوں کا ذکر بھی ہوا ہے جن کا جرم اتنا شدید ہے کہ پروردگار رحمان و رحیم ہونے کے باوجود ان کی توبہ قبول نہیں فرمائے گا:

(۱)۔ جو لوگ ساری زندگی اپنے رب کو بھول کر اس کی پسند اور ناپسند سے بے پروائی کرتے ہوئے گناہوں میں پڑے رہیں اور پھر جب موت کے آثار ظاہر ہونے لگیں تو توبہ واستغفار کرنے لگیں، ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔

(۲)۔ جو لوگ کفر ہی کی حالت میں مر گئے، ان کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ آخرت کے دن ان کی توبہ واستغفار کو ہرگز قبول نہ کرے گا۔

(۳)۔ ایسے لوگ جو ایمان لانے کے بعد پھر کافر ہو جائیں اور کفر کی ہی حالت میں مر جائیں، ان کی بھی توبہ قبول نہ ہوگی۔ ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ. (سورۃ آل عمران، آیت: ۹۰)

(جن لوگوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا اور پھر اپنے کفر میں آگے بڑھتے چلے گئے، ان کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوگی)

۶۔ توبہ کے بارے میں اقوال

توبہ کے بارے میں صوفیائے کرامؒ سے بہت اچھے اقوال منسوب ہیں جو سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں:

(۱)۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ توبہ کے تین معانی ہیں:

(i)۔ اپنی غلطی پر شرمندگی۔

(ii)۔ جس کام سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، اس کی عادت چھوڑ دینا۔

(iii)۔ دوسروں کے حق ادا کرنے کی کوشش کرنا۔

(۲)۔ حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ عوام کی توبہ گناہوں سے ہوتی ہے اور خاص لوگوں (خواص) کی

توبہ غفلت سے ہوتی ہے۔

(۳)۔ حضرت ابوالحسین نوریؒ فرماتے ہیں کہ توبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے توبہ کرلی جائے (صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کرلیا جائے)۔

(۴)۔ ایک شخص نے حضرت رابعہ بصریؒ سے کہا کہ مجھ سے بہت سے گناہ ہوئے ہیں اگر میں توبہ کروں تو میری توبہ قبول ہوگی؟ تو حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ اگر اللہ تعالیٰ تجھے توبہ کرنے کی توفیق (ہمت) دے گا تب ہی تو توبہ کرے گا۔

(۵)۔ حضرت ابن عطاؒ فرماتے ہیں کہ توبہ کی دو قسمیں ہیں:

(i)۔ توبہ انابت: توبہ انابت یہ ہے کہ بندہ عذاب خداوندی کے خوف سے توبہ کرے۔

(ii) توبہ استجابت: توبہ استجابت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے حیا کرتے ہوئے توبہ کرے۔

(۶)۔ حضرت خواجہ عبداللہ انصاری ہرویؒ فرماتے ہیں کہ توبہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے کا نام ہے۔

(۷)۔ حضرت ابراہیم دقاق فرماتے ہیں کہ توبہ یہ ہے کہ جس طرح انسان پہلے اللہ پاک کی طرف پشت کیے ہوئے تھا اور ادھر توجہ نہیں دیتا تھا، اب مکمل توجہ کرے اور پھر اس کی طرف پشت نہ کرے۔

۱۲۔ چند نصیحت آموز واقعات

(۱)۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جنت میں جہاں چاہو رہو اور جس چیز کو دل چاہے کھاؤ، لیکن اس درخت کے قریب نہ جانا۔ حضرت آدم و حوا علیہما السلام ایک عرصہ تک جنت میں رہے اور اس درخت کے پاس نہ گئے۔ آخر کار شیطان کے بہکانے سے اس درخت کے قریب چلے گئے (یا پھل کھالیا)۔ اس سے ان کی عریانی ان پر واضح ہوگئی تو وہ جنت کے درختوں کے پتوں سے اپنے جسم کو چھپانے لگے۔ جیسے ہی حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کو اپنی غلطی کا احساس ہوا، فوراً ہی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے لگے۔ قرآنِ پاک میں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کی اس توبہ کی دعا کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے:

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ. (سورۃ اعراف، آیت: ۲۳)

(اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم

خسارہ پانے والوں سے ہو جائیں گے)

جب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام سے غلطی ہو گئی تو انہوں نے اپنے رب کے حضور توبہ کی۔ نہایت عاجزی اور شرمساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اپنی غلطی کی معافی مانگنے لگے: اے ہمارے رب! اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم نے خود پر ہی ظلم کیا ہے۔ اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ہم نقصان پانے والوں میں ہوں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام نے غلطی معافی مانگی تو ان کی معافی قبول کر لی گئی اور اللہ پاک نے انہیں معاف فرما دیا۔ اس کے برعکس ابلیس (شیطان) نے اپنی غلطی نہ مانی۔ اپنی غلطی پر شرمندہ نہ ہوا۔ اپنے کو ملامت نہ کی۔ توبہ نہ کی اور اللہ پاک کی رحمت سے مایوس ہوا۔

اس سے سبق ملتا ہے کہ انسان کو اپنی غلطی کا احساس کرتے ہوئے فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرنی چاہیے۔ ہمیں حضرت آدم علیہ السلام کے نقش قدم پر چلنا چاہیے۔ شیطان کے راستہ پر نہیں چلنا چاہیے۔

(۲)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک آدمی تھا۔ وہ اپنی توبہ پر قائم نہیں رہتا تھا۔ اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ اس نوجوان کو کہہ دو اپنی توبہ کو نہیں توڑنا۔ اگر تو اپنے گناہ کی طرف لوٹا تو میں تجھے سزا دوں گا اور تیری توبہ بھی قبول نہیں کروں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پیغام پہنچا دیا۔ اس نوجوان نے کچھ دن تو صبر کیا لیکن پھر گناہ کر بیٹھا۔

اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ اسے کہہ دو کہ میں اس سے ناراض ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پیغام پہنچا دیا۔ وہ بندہ صحرا کی طرف نکل گیا اور کہنے لگا، یا الٰہی! تو نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف کیسا پیغام بھیجا ہے؟ کیا تیرے مغفرت (معافی) کے خزانے ختم ہو گئے؟ میرے مولا! کون سا میرا گناہ تیری رحمت سے بڑا ہے، جو معاف ہونے کے قابل نہیں؟ تو نے فرمایا ہے کہ تو میری مغفرت نہیں فرمائے گا۔ اے اللہ! تو کیسے میری مغفرت نہیں کرے گا کہ تیری صفات میں ایک صفت ہے کہ تو بڑا کریم ہے! اے اللہ! تو اپنے بندوں کو اپنی رحمت سے مایوس کرے گا تو وہ کون سے دروازے پر جائیں گے! اے اللہ! اگر تو انھیں دھتکارے گا تو وہ کہاں جائیں گے! اے اللہ! اگر تیری رحمت ختم ہو گئی ہے تو اے اللہ! مجھے عذاب دے دے! اے اللہ! اپنے باقی سارے بندوں کے گناہ بھی میرے سر ڈال دے! اے اللہ! میں سب کی طرف سے فدیہ (گناہوں کا بدلہ) بن جاؤں گا۔ مجھ کو عذاب دے دے باقی سب کو معاف فرما دے۔

اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی، اس بندے کو کہہ دیجیے اگر تیرے گناہ آسمان اور زمین کے درمیانی فاصلے کو بھر دیتے تو پھر بھی میں تیری اس دعا کے بعد تیرے سارے گناہ معاف کر دیتا۔ اس لیے کہ تو نے میرے عفو (معافی) اور میری رحمت کو سمجھ لیا ہے۔

حضرت ابوسعید بن ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی ایک رباعی میں لکھتے ہیں

باز آ باز آ، ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
این درگہ ما درگہ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی، باز آ

(واپس آ جاؤ، واپس آ جاؤ، تم جو بھی ہو، واپس آ جاؤ)
(تم کافر ہو، مجوسی ہو یا بت پرست، واپس آ جاؤ)
(یہ ہماری درگاہ ناامیدی کی درگاہ نہیں ہے)
(اگر سو بار توبہ توڑ چکے ہو تو بھی واپس آ جاؤ)

(۳)۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے پہلے لوگوں میں ایک آدمی نے ننانوے (۹۹) جانوں کو قتل کیا۔ پھر اس نے اہل علاقہ میں سے سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا؟ پس اس کی ایک راہب کی طرف راہنمائی کی گئی۔ وہ اس راہب کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے ننانوے جانوں کو قتل کیا ہے۔ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ راہب نے جواب دیا کہ تمہاری توبہ قبول نہیں ہو سکتی۔ اس نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا۔ پھر اہل علاقہ سے سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا؟ تو ایک عالم کی طرف اس کی راہنمائی کی گئی۔ اس شخص نے اس عالم سے کہا کہ میں نے سو آدمیوں کو قتل کیا ہے۔ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ عالم نے جواب دیا جی ہاں! تمہاری توبہ ضرور قبول ہوگی۔ تم فلاں جگہ چلے جاؤ۔ وہاں پر موجود لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں۔ تم بھی ان کے ساتھ عبادت الٰہی میں مصروف ہو جاؤ اور اپنے علاقے کی طرف لوٹ کر نہ جانا کیونکہ وہ بری جگہ ہے۔ پس وہ اس علاقہ کی طرف چل دیا۔ جب وہ آدھے راستے پر پہنچا، تو اس کی موت واقع ہو گئی۔ پس اس کے بارے میں رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے جھگڑ پڑے۔

رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ یہ توبہ کرتا ہوا اور اپنے دل کو اللہ پاک کی طرف متوجہ کرتا ہوا وفات پا گیا ہے۔ عذاب کے فرشتوں نے کہا کہ اس نے زندگی بھر کوئی بھی نیک کام نہیں کیا۔ پس پھر ان کے پاس ایک فرشتہ آیا، جسے انہوں نے اپنے درمیان ثالث (فیصلہ کرنے والا) مقرر کر لیا، تو اس نے کہا کہ دونوں بستیوں کے درمیاں فاصلے کی پیمائش کر لو۔ پس وہ دونوں میں سے جس بستی کے زیادہ قریب ہو، اسی بستی والوں میں شمار کیا جائے۔ پس فرشتوں نے فاصلے کی پیمائش کی، تو نیک بستی کے قریب پایا۔ پھر رحمت کے فرشتے اسے جنت میں لے گئے۔ (صحیح مسلم، ج:۳، رقم الحدیث:۲۵۰۷)

(۴)۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین آدمی چل رہے تھے کہ انہیں بارش نے گھیر لیا۔ انہوں نے پہاڑ میں ایک غار میں پناہ لی۔ غار کے منہ پر پہاڑ سے ایک پتھر آ کر گر گیا۔ اس سے اس غار کا منہ بند ہو گیا۔ ان میں سے ایک نے کہا: اپنے اپنے نیک اعمال کو دیکھو، جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیے ہوں اور اس کے ذریعہ اللہ پاک سے دعا مانگو۔ شاید اللہ تعالیٰ تم سے اس مصیبت کو ٹال دے۔ ان میں سے ایک نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! میرے والدین بہت بوڑھے تھے۔ میری بیوی بھی تھی اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے۔ میں جانور چرایا کرتا تھا۔ جب میں ان کے پاس شام کو واپس آتا دودھ دھوتا، تو میں اپنے والدین کو اپنے بچوں سے پہلے پلاتا۔ ایک دن جنگل کے دور ہونے کی وجہ سے مجھے دیر ہو گئی۔ میں رات کو گھر آیا، تو میں نے اپنے والدین کو سویا ہوا پایا۔ میں نے پہلے کی طرح دودھ دھویا اور دودھ کا برتن لے کر والدین کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ میں نے انہیں ان کی نیند سے اٹھانا مناسب نہیں جانا اور مجھے ان سے پہلے اپنے بچوں کو پلانا بھی اچھا نہیں لگا۔ بچے میرے قدموں کے پاس چلا رہے تھے، مگر میں نے انہیں دودھ نہیں دیا۔ صبح ہونے تک میرا معاملہ یونہی رہا۔ اے اللہ! پس تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل صرف اور صرف تیری رضا کے لیے کیا تھا۔ اے میرے پروردگار! ہمارے لیے کچھ کشادگی (وسعت) فرما دے، جس سے ہم آسمان کو دیکھ سکیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اتنی کشادگی فرما دی کہ انہوں نے آسمان دیکھا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دوسرے شخص نے عرض کیا: اے اللہ پاک! میری ایک چچا زاد بہن تھی۔ اس سے میں محبت کرتا تھا۔ جس طرح مردوں کو عورتوں سے سخت محبت ہوتی ہے۔ میں نے اس سے اس کی ذات کو طلب کیا۔ بدکاری کا اظہار کیا، تو اس نے ایک سو دینار لانے تک انکار کر دیا۔

میں نے بڑی محنت کر کے سو دینار جمع کئے اور اس کے پاس لایا۔ پس جب میں اس کے قریب بیٹھ گیا، تو اس نے کہا: اے اللہ تعالیٰ کے بندے! اللہ پاک سے ڈر، مہر ادا کر اور رشتہ قائم کر۔ میں اس سے کھڑا ہو گیا۔ یا اللہ! تجھے یقیناً علم ہے کہ میں نے یہ عمل صرف اور صرف تیری رضا کے لیے کیا ہے۔ پس ہمارے لیے اس غار سے کچھ کشادگی فرما دے۔ پس ان کے لیے مزید کشادگی فرما دی گئی۔

حضور نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تیسرے شخص نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! میں نے ایک مزدور کو ایک فرق [1] چاول مزدوری پر رکھا۔ جب اس نے اپنا کام پورا کر لیا، تو کہا کہ میرا حق مجھے دے دو۔ میں نے اسے فرق دینا چاہا، تو وہ منہ پھیر کر چلا گیا۔ پس میں اس کے پیچھے زراعت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس سے گائے اور ان کے چرواہے میرے پاس جمع ہو گئے۔ پس وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا: اللہ پاک سے ڈر اور میرے معاملے میں ظلم نہ کر۔ میں نے کہا کہ وہ گائے اور ان کے چرواہے لے جاؤ۔ اس نے کہا کہ اللہ پاک سے ڈر اور مجھ سے مذاق نہ کر۔ میں نے کہا کہ میں تجھ سے مذاق نہیں کر رہا۔ وہ بیل اور ان کے چرواہے لے جاؤ۔ اس نے انہیں لیا اور چلا گیا۔ اے میرے پروردگار! اگر تیرے علم میں میرا یہ عمل تیری رضا کے لیے تھا، تو ہمارے لیے باقی راستہ بھی کھول دے۔ اللہ تعالیٰ نے باقی راستہ بھی کھول دیا اور وہ غار سے نکل کر چل دیے۔ (صحیح بخاری، ج:۱، رقم الحدیث:۲۱۷۹)

(۵)۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے کے بعد مسجد سے باہر نکلا۔ راستے میں ایک عورت نے مجھ سے دریافت کیا کہ مجھ سے ایک کبیرہ (بڑا) گناہ سرزد ہو گیا ہے کیا میں توبہ کر سکتی ہوں؟ میں نے پوچھا، تم نے کیا گناہ کیا ہے؟ عوت نے جواب دیا کہ مجھ سے بدکاری ہو گئی۔ پھر جب اس کے نتیجہ میں بچہ پیدا ہوا تو میں نے اسے ہلاک کر دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسے کہا کہ تو تو برباد ہو گئی۔ تیرے لیے توبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ سنتے ہی وہ عوت بے ہوش ہو کر گر گئی۔ میں اپنے رستے پر چل پڑا۔ پھر میرے دل میں خیال آیا کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے دریافت کیے بغیر یہ بات کیوں کہہ دی۔ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام واقعہ بتایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے بہت برا کیا۔ کیا تم اس آیت کے بارے میں نہیں جانتے؟

---

[1]۔ فرق زمانہ قدیم میں وزن کا ایک پیمانہ تھا جو موجودہ تقریباً آٹھ کلو کے برابر ہوتا تھا۔

إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُوْلَئِكَ يُبَدِّلُ اللهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللهُ غَفُورًا رَّحِيمًا. (سورۃ الفرقان، آیت: ۷۰)

(جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ پاک بخشنے والا مہربان ہے)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سنتے ہی میں اس عورت کو ڈھونڈنے کی غرض سے باہر نکلا۔ ہر ایک سے اس عورت کے بارے میں پوچھنا شروع کیا اور اس قدر پریشان ہوا کہ بچوں نے مجھے دیوانہ سمجھنا شروع کر دیا۔ آخرکار مجھے وہ عورت مل گئی۔ جب میں نے اسے قرآن پاک کی یہ آیت سنائی تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور اسی خوشی میں اس نے اپنا باغ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صدقہ کر دیا۔

(۶)۔ امت مسلمہ کے ابتدائی دور میں ایک مشہور ڈاکو ڈاکہ ڈالنے کی غرض سے کسی مکان کی دیوار پر چڑھ رہا تھا کہ اتفاقاً اس وقت مالک مکان قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول تھا۔ اس نے یہ آیت پڑھی:

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ. (سورۃ الحدید، آیت: ۱۶)

(کیا ایمان لانے والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے خوف کھائیں اور اس کے نازل کردہ حق کے آگے جھکیں؟)

جونہی یہ آیت اس نے سنی تو اللہ پاک کے خوف سے کانپنے لگا۔ پکارنے لگا: اے میرے پروردگار! اب اس کا وقت آ گیا ہے۔ چنانچہ روتا ہوا دیوار سے اتر پڑا اور ایک سنسان کھنڈر نما مکان میں جا بیٹھا۔ ساری رات روتا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ پھر اس نے سچی توبہ کی اور توبہ کی پختگی کی خاطر ارادہ کیا کہ اب ساری زندگی بیت اللہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزاروں گا۔ وہاں علم حدیث پڑھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ اپنے وقت کا بلند پایہ محدث (حدیث کا عالم) بنا۔

(۷)۔ حافظ ابن قیمؒ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک گلی سے گزر رہا تھا۔ ایک دروازہ کھلا۔ میں نے دیکھا کہ کوئی آٹھ نو سال کا بچہ ہے اور اس کی ماں ناراض ہو کر اس کو مار رہی ہے۔ اس کو دھکے دے رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ تو نافرمان ہو گیا ہے۔ میری کوئی بات نہیں سنتا۔ کوئی کام نہیں کرتا۔ یہاں سے دفع ہو جا۔ یہ کہہ کر ماں نے جو دھکا دیا تو وہ بچہ گھر سے باہر آ گیا۔

ماں نے دروازے کی اندر سے کنڈی لگالی۔ میں وہیں کھڑا رہا کہ دیکھوں اب کیا ہوتا ہے۔ بچہ رو رہا تھا چونکہ مار پڑی تھی۔ خیر وہ اٹھا اور کچھ سوچتا سوچتا ایک طرف کو چلنے لگا۔ چلتے چلتے وہ گلی کے موڑ پر پہنچا۔ وہاں کھڑے ہوکر کچھ سوچتا رہا، پھر واپس آنا شروع کر دیا اور چلتے چلتے اپنے گھر کے دروازے پر آ کر بیٹھ گیا۔ تھکا ہوا تھا۔ روبھی کافی دیر سے رہا تھا۔ دہلیز پر سر رکھا تو نیند آ گئی اور وہیں سو گیا۔

کافی دیر کے بعد اس کی والدہ نے کسی کام کے لئے دروازہ کھولا تو کیا دیکھتی ہے کہ بیٹا دہلیز پر سر رکھے پڑا ہوا ہے۔ والدہ کا غصہ ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ وہ پھر ناراض ہونے لگی اور کہنے لگی: یہاں سے چلا جا، میری نگاہوں سے دور ہو جا۔

جب ماں نے پھر اسے ڈانٹا تو وہ بچہ کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہنے لگا: امی جان! جب مجھے تو نے گھر سے غصے میں نکال دیا تھا، میں نے سوچا تھا میں چلا جاؤں گا۔ میں بازار جا کر بھیک بھی مانگ لوں گا۔ مجھے کچھ نہ کچھ کھانے کو بھی مل جائے گا۔ امی جان! میں نے سوچا تھا کہ میں کسی کے جوتے صاف کر لوں گا۔ کسی کے گھر کا نوکر بن جاؤں گا۔ مجھے رہنے کے لیے جگہ بھی مل جائے گی اور کھانا بھی مل جائے گا۔ امی جان! یہ سوچ کر میں گلی کے موڑ تک چلا گیا تھا۔ مگر میرے دل میں یہ خیال آیا کہ مجھے دنیا کی سب نعمتیں مل جائیں گی لیکن امی جان جو محبت مجھے تو دے سکتی ہے یہ محبت مجھے کہیں نہیں مل سکتی۔ ماں جی میں یہ سوچ کر واپس آ گیا ہوں۔ میں اسی در پر پڑا رہوں گا، تو مجھے دھکے دے یا مارے، میں کہیں نہیں جاؤں گا۔

جب ماں نے یہ بات سنی تو اس کی ممتا جوش میں آ گئی۔ اس نے بچے کو سینے سے لگایا اور کہا: اے میرے بیٹے! اگر تیرے دل میں یہ کیفیت ہے کہ جو محبت میں تجھے دے سکتی ہوں وہ کوئی نہیں دے سکتا، تو میرے بچے میرا دروازہ بھی تیرے لئے کھلا ہے۔ اس نے بیٹے کو معاف کر دیا اور محبت سے اپنی گود میں بٹھا لیا۔

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ جب گناہ گار بندہ اس احساس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دروازے پر آتا ہے۔ اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہے۔ اپنے رب سے معافی مانگتا ہے۔ اس سے رحم کی امید رکھتے ہوئے سچی توبہ کرتا ہے، تو پھر پروردگارِ عالم بھی اسی طرح اپنے بندے کو معاف فرما دیتا ہے اور اس کے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔

۲

مقام تقویٰ

۱۔ تقوٰی کا تعارف

(۱)۔ تقوٰی (پرہیز گاری) سلوک کا ایک بلند مقام ہے۔جس کا مطلب گناہوں سے بچنا ہے۔جب انسانی دل پر ایمان کا نور نازل ہوتا ہے،تو وہ انسان کو شک وشبہ میں ڈالنے والی چیزوں سے روکتا ہے۔انہی شک وشبہ میں ڈالنے والے امور سے بچنا مقام تقوٰی ہے۔اس مقام کو ورع (خوف) بھی کہتے ہیں۔

(۲)۔ تقوٰی کا حکم اور اس کی اہمیت قرآن مجید میں جس قدر بیان ہوئی ہے غالباً کسی اور چیز کی نہیں ہوئی۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تقوٰی کا مقام بہت بلند ہے۔قرآن پاک کے مطابق تقوٰی کے دو معنی ہیں: ایک ڈرنا، دوسرا بچنا۔غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تقوٰی کا اصل مقصود تو گناہ سے بچنا ہی ہے،مگر اس کا سبب اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہے کیونکہ جب کسی چیز کا خوف دل میں ہوتا ہے،تب ہی اس سے بچا جاتا ہے۔

(۳)۔ تقوٰی کا ایک مفہوم اللہ کا شعور بھی ہے جس کی وجہ سے انسان برے اور شک والے کاموں سے بچتا ہے۔

۲۔ تقوٰی کا قرآنی مفہوم

قرآن پاک میں تقوٰی کے بارے میں بہت کچھ بیان ہوا ہے۔چند آیات یہ ہیں:

(۱)۔ يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ. (سورۃ آلِ عمران،آیت:۱۰۲)

(اے لوگو! جو ایمان لائے ہو،اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے)

(۲)۔ يَآاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا. (سورۃ لقمان،آیت:۳۳)

(اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس میں باپ اپنے بیٹے کے کام آئے گا اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آئے گا)

(۳)۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ. (سورۃ البینۃ،آیت:۸)

(اللہ پاک ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔یہ اجر اس کے لیے ہے،جو اپنے پروردگار سے ڈرا)

(۴)۔ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى. (سورۃ النازعات،آیت:۴۱ - ۴۰)

(اور جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور اس نے اپنے نفس کو بری خواہش سے روکا، بیشک اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے)

(۵)۔ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۚ وَاتَّقُوْنِ يَاُولِي الْأَلْبَابِ. (سورۃ البقرہ، آیت: ۱۹۷)

(اور زادِ راہ لے لو، بیشک سب سے بہتر زادِ راہ تقوٰی ہے اور اے عقل والو! میرا تقوٰی اختیار کرو)

۳۔ تقوٰی احادیث کی روشنی میں

(۱)۔ عَنْ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيبُكَ، فَإِنَّ الصِّدْقَ طُمَأْنِينَةٌ، وَإِنَّ الْكَذِبَ رِيبَةٌ". (جامع ترمذی، ج:۲، رقم الحدیث:۴۱۸)

(حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ چیز چھوڑ دو جو تجھے شک میں ڈالے اور وہ چیز اختیار کرو جو شک میں نہ ڈالے۔ پس بیشک سچ اطمینان ہے اور جھوٹ شک ہے)

(۲)۔ عن أبي الدرداء رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قال: قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اتَّقِ اللّٰهِ حَيْثُمَا كُنْتَ وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ". (مشکوٰۃ المصابیح، ج:۴، رقم الحدیث:۱۰۱۲)

(حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو تم جہاں کہیں بھی ہو اگر تم سے کوئی برائی سرزد ہو جائے تو اس کے بعد نیک کام ضرور کرو تا کہ اس برائی کو مٹا دے اور لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ معاملہ کرو)

(۳)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ، قَالَ: "التَّقْوٰى، وَحُسْنُ الْخُلُقِ". (مشکوٰۃ المصابیح، ج:۴، رقم الحدیث: ۷۷۰)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگوں کو عام طور پر کون سی چیز جنت میں داخل کرتی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا تقوٰی یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور اچھے اخلاق)

(۴)۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا بَعَثَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ خَرَجَ مَعَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يُوصِيهِ وَمُعَاذٌ رَاكِبٌ وَرَسُولُ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي تَحْتَ رَاحِلَتِهِ، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: "يَا مُعَاذُ إِنَّكَ عَسَى أَنْ لَا تَلْقَانِي بَعْدَ عَامِي هٰذَا وَلَعَلَّكَ أَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِي هٰذَا، وَقَبْرِي". فَبَكَى مُعَاذٌ جَشَعًا لِفِرَاقِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ الْتَفَتَ فَأَقْبَلَ بِوَجْهِهِ نَحْوَ الْمَدِينَةِ، فَقَالَ: "إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِي الْمُتَّقُونَ مَنْ كَانُوا وَحَيْثُ كَانُوا". (مشکوۃ المصابیح، ج:۴، رقم الحدیث:۱۱۵۲)

(حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حاکم بنا کر یمن روانہ فرمایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الوداع کہنے کے لیے کچھ دور تک ان کے ساتھ تشریف لے گئے۔ اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو تلقین و نصیحت کرتے رہے۔ اس وقت حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سواری پر تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری کے ساتھ چل رہے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیحت سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا: معاذ (رضی اللہ عنہ)! میری عمر کے اس سال کے بعد شاید تم مجھ سے ملاقات نہیں کر سکو گے اور ممکن ہے کہ تم (جب یمن سے واپس لوٹو تو مجھ سے ملاقات کرنے کے بجائے) میری اس مسجد اور میری قبر سے گزرو۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی کے غم میں رونے لگے۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چہرہ مبارک حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف سے پھیر کر مدینہ کی جانب کر لیا اور پھر ارشاد فرمایا: میرے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جو پرہیز گار ہیں۔ خواہ وہ کوئی بھی ہو اور کہیں بھی ہو)

(۵)۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَقَالَ: "اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَصَلُّوا خَمْسَكُمْ وَصُومُوا شَهْرَكُمْ وَأَدُّوا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ وَأَطِيعُوا ذَا أَمْرِكُمْ تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ". (جامع ترمذی، ج:۱، رقم الحدیث:۵۹۸)

(حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع کے دن ارشاد فرمایا: تم اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو۔ اپنی پانچ نمازیں پڑھو۔ اپنے مہینے کے روزے رکھو۔ اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو اور اپنے حکمران کی اطاعت کرو اور اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ)

(۶)۔ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: "لَا يَكُونُ الْعَبْدُ تَقِيًّا حَتَّى يُحَاسِبَ نَفْسَهُ كَمَا يُحَاسِبُ شَرِيكَهُ مِنْ أَيْنَ مَطْعَمُهُ وَمَلْبَسُهُ". (جامع ترمذی، ج:۲، رقم الحدیث:۳۵۷)

(حضرت میمون بن مہران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بندہ اس وقت تک پرہیز گار شمار نہیں ہوتا جب تک اپنے نفس کا محاسبہ نہ کرے، جس طرح اپنے شریک سے کرتا ہے کہ اس نے کہاں سے کھایا اور کہاں سے پہنا)

(۷)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالَى:

"أَعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ ذُخْرًا بَلْهَ مَا أُطْلِعْتُمْ عَلَيْهِ". (صحیح بخاری، ج:۲، رقم الحدیث:۱۹۸۶)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک متقی بندوں کے لئے ایسی ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جسے کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی کے دل میں اس کا خیال آیا ہے۔ وہ ایسی چیز ہے کہ بہشت کی وہ نعمتیں جن کو تم جانتے ہو ان کے سامنے کوئی حقیقت نہیں ہے)

۴۔ تقویٰ کی اقسام

تقویٰ کی کئی اقسام ہیں:

حضرت یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں کہ تقویٰ دو طرح کا ہوتا ہے:

(۱)۔ ظاہری تقویٰ یہ ہے کہ انسان کے جسم کی حرکت بھی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو۔

(۲)۔ باطنی تقویٰ یہ ہے کہ انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور چیز داخل نہ ہو سکے۔

۵۔ تقویٰ کے درجے

تقویٰ کے کئی درجے ہیں:

(۱)۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان کفر اور شرک سے بچے۔ جو بندہ کفر و شرک سے بچتا ہے، وہ دائمی عذاب سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔

(۲)۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ تمام گناہوں حتیٰ کہ صغیرہ (چھوٹے) گناہوں سے بھی اجتناب کیا جائے۔

(۳)۔ تقویٰ کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ ہر چیز میں پوری احتیاط کی جائے۔ اپنا دل غیر اللہ میں نہ لگایا جائے اور غیر اللہ سے اپنا دھیان ہٹا کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھا جائے۔ اچھے کاموں کو نہ چھوڑا جائے اور اللہ تعالیٰ کے حرام کیے گئے کاموں کو نہ کیا جائے۔

۶۔ اعمال کی اقسام

تقویٰ کے حوالے سے انسانی اعمال تین قسم کے ہیں:

(۱)۔ ایک وہ جو دین میں نفع دینے والے ہیں۔ ان کو کرنا لازم ہے، خواہ وہ فرض ہوں، واجب ہوں، سنت ہوں یا مستحب۔

(۲)۔ وہ جو دین میں نقصان دہ ہیں، ان کو چھوڑ نا ضروری ہے، خواہ شریعت نے انہیں حرام قرار دیا ہو یا مکرہ۔

(۳)۔ وہ جن کے کرنے یا ترک کرنے کا حکم نہیں، وہ مباحات (جائز) ہیں۔مباحات اپنے اثر کے لحاظ سے دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ دین کے لیے نفع دینے والے ہیں یا نفع دینے والے نہیں ہیں۔اگر نفع دینے والے ہیں تو اس میں ثواب ملتا ہے۔اگر وہ نفع نہیں دیتے تو فضول ہیں اور فضول کو چھوڑ دینا مناسب ہے۔

۷۔تقوٰی کے حصول کے طریقے

قرآن وسنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ احوال (حال) اور معاملات تقوٰی کے حاصل کرنے میں مدد دیتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱)۔ نماز کی ادائیگی: توحید کے بعد اسلام کا بنیادی رکن نماز ہے۔قرآن پاک میں بہت سے مقامات پر نماز کو تقوٰی کے حاصل کرنے کے ذریعہ کے طور پر بیان فرمایا گیا ہے۔جیسا کہ

وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ. (سورۃ الروم، آیت:۳۱)

(اور اس کا تقوٰی اختیار کرو اور نماز قائم کرو)

(۲)۔ روزے رکھنا: روزہ اسلامی عبادات میں سے ایک اہم عبادت ہے۔اللہ پاک نے اپنی پاک کتاب میں روزے کے فرض ہونے کا مقصد تقوٰی قرار دیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ. (سورۃ البقرہ، آیت:۱۸۳)

(اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ)

(۳)۔ انفاق فی سبیل اللہ: اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا تقوٰی کا سبب بنتا ہے۔قرآن پاک میں اسے یوں بیان کیا گیا ہے

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. (سورۃ التغابن، آیت:۱۶)

(پس جتنا ممکن ہو تقوٰی اختیار کرو اور اس کی بات سنو اور اطاعت کرو اور خدا کی راہ میں خرچ کرو کہ اس میں تمہارے لئے خیر ہے اور جو اپنے ہی نفس کے بخل سے محفوظ ہوجائے وہی لوگ فلاح (نجات)

پانے والے ہیں)

(۴)۔ عدل کرنا: انسان جس قدر زیادہ عدل (انصاف) کرنے کی کوشش کرتا ہے اور عدل کے مطابق عمل کے لیے جدوجہد کرتا ہے اتنا ہی اس کا دل تقویٰ کے قریب ہوجاتا ہے۔ گویا کہ عدل (انصاف) کرنا تقویٰ کے حاصل کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى. (سورۃ المائدہ، آیت:۸)

(اے ایمان والو! اللہ کے واسطے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہوجاؤ اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو انصاف کرو یہی بات تقویٰ کے زیادہ نزدیک ہے)

(۵)۔ عفو ودرگزر: بندے کو تقویٰ کے قریب کرنے والی ایک بات عفو ودرگزر (معاف کردینا) بھی ہے کیونکہ ایسا کرنا احسان ہے جس سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔

(۶)۔ حلال رزق کھانا: تقویٰ والی زندگی اختیار کرنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان کا رزق حلال ہو۔ قرآن پاک میں اللہ پاک کا ارشاد مبارک ہے:

كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ. (سورۃ المائدہ، آیت:۸۸)

(حلال اور پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو اللہ نے تمہیں دی ہیں اور اس اللہ کا تقویٰ اختیار کیے رکھو جس پر تمہارا ایمان ہے)

(۷)۔ مشکوک کو چھوڑنا: تقویٰ تک پہنچانے والے امور میں سے ایک یہ ہے کہ انسان شک وشبہ والی چیز کو بھی چھوڑ دے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ " لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُتَّقِينَ حَتّٰى يَدَعَ مَا لَا بَأْسَ بِهٖ حَذَرًا لِمَا بِهِ الْبَأْسُ" (جامع ترمذی، ج:۲، رقم الحدیث: ۳۴۹)۔ (بندہ اس وقت تک تقویٰ حاصل نہیں کر پاتا جب تک کہ وہ حرام سے بچنے کی خاطر شک وشبہ والی اشیا سے بھی پرہیز نہیں کرلیتا)

(۸)۔ تقویٰ سے حاصل ہونے والی برکت کو پیش نظر رکھنا: انسان فائدہ دینے والی چیز کو پسند کرتا ہے اور اس کو حاصل کرنے کی رغبت رکھتا ہے۔ اسی طرح نقصان دینے والی چیز کو ناپسند کرتا ہے اور اس سے بچنے کی

کوشش کرتا ہے۔تقوٰی کی دنیاوآخرت میں کتنی ہی برکات ہیں،جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت پانا، اللہ تعالیٰ کا ولی بننا، رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوستی کا حاصل ہونا،محبوب الٰہی بننا، رحمت حاصل کرنے والوں میں شامل ہونا، گناہوں کا معاف ہوناوغیرہ۔ اگر تقوٰی کے یہ فائدے انسان کی نگاہوں کے سامنے رہیں تو ہر عقل منداس صورت میں ان برکات کے حصول کی خاطر تقوٰی کی راہ پر چلنے کی کوشش کرے گا۔

(۹)۔ متقی لوگوں کی صحبت اختیار کرنا: اچھی صحبت کے مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں اور انسان تقوٰی والی زندگی کا رخ کر لیتا ہے۔

(۱۰)۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر: نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا بھی تقوٰی کے حاصل کرنے کی وجہ بنتا ہے کیونکہ دعوت کی برکت میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ دعوت دینے والے کو بھی نیکی کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔

۸۔ تقوٰی کے بارے میں اقوال

تقوٰی (ورع) کے بارے میں بزرگوں نے بہت خوبصورت قول بیان کیے ہیں:

(۱)۔ حضرت امام قشیریؒ فرماتے ہیں کہ شک وشبہ والی،فضول اور بے مقصد چیزوں کو چھوڑ دینا تقوٰی ہے۔

(۲)۔ حضرت ابو بکر شبلیؒ فرماتے ہیں: تقوٰی اسے کہتے ہیں کہ تم ہر اس شے سے بچو جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ موجود ہے۔

(۳)۔ حضرت ابو سلیمان دارانیؒ فرماتے ہیں کہ تقوٰی یہ ہے، انسان ہر اس چیز کو برا سمجھے جو اسے اللہ تعالیٰ سے دور کر دے۔

(۴)۔ حضرت یونس بن عبیدؒ فرماتے ہیں، تقوٰی یہ ہے کہ انسان دینی معاملات میں شبہات (شک) میں نہ پڑے۔ ہر وقت نفس کا محاسبہ (حساب وکتاب) جاری رکھے۔

(۵)۔ حضرت ابو سعید خرازؒ نے تقوٰی کے بارے میں فرمایا، تقوٰی یہ ہے کہ لوگوں پر تم سے ادنیٰ سا ظلم بھی نہ ہونے پائے اور کوئی تمہیں ظلم وزیادتی کرنے والا نہ کہے۔

(۶)۔ حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ متقی وہ ہوتا ہے، جو اپنے ظاہری معاملات کو شریعت سے ٹکرانے والی چیزوں کے ذریعے گندا نہ کرے۔ برائیوں کے ذریعے اپنے باطن کو ناپاک نہ کرے، بلکہ اللہ تعالیٰ

کی رضا کے مطابق چلے۔

(۷)۔ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ فرماتے ہیں کہ تقویٰ کی اصل (بنیاد، جڑ) یہ ہے کہ انسان کفر سے بیزار ہو اور ایمان میں داخل ہو جائے اور تقویٰ کی فرع (شاخیں) یہ ہے کہ تمام اوامر (احکامات) پر عمل کیا جائے اور تمام نواہی (منع کیے گئے کاموں) سے پرہیز کیا جائے۔

۹۔ اہل تقویٰ کے واقعات

دل کی نرمی کے لیے تقویٰ والوں کے چند واقعات نقل کیے جاتے ہیں:

(۱)۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک خادم تھا۔ جو اپنی کمائی سے کچھ حصہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیا کرتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس خادم کی لائی ہوئی چیز کو استعمال کر لیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ وہ خادم کوئی چیز لایا اور آپ رضی اللہ عنہ نے اسے کھا لیا۔ خادم نے کہا کہ حضرت کیا آپ رضی اللہ عنہ جانتے ہیں یہ چیز کیسی ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے کیا معلوم تم خود ہی بتاؤ؟ خادم نے بتایا کہ زمانہ جاہلیت (اسلام لانے سے پہلے) میں میں کہانت (غیب کی باتیں بتانا) کیا کرتا تھا اور لوگوں کو غیب کی باتیں بتایا کرتا تھا۔ ان لوگوں میں سے ایک شخص سے آج میری ملاقات ہو گئی تو اس نے مجھے یہ چیز دی تھی جو آپ رضی اللہ عنہ نے کھا لی۔ یہ سنتے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے حلق (گلے) میں انگلی ڈال کر قے کر دی۔ (صحیح بخاری، ج:۲، رقم الحدیث:۱۰۷۵)

(۲)۔ حضرت عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ کے لیے روانہ ہوا۔ راستے میں ایک چرواہا پہاڑی کی ڈھلوان سے اترتا ہوا نظر آیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے آزمانے کے لئے کہا کہ اے چرواہے! ان بکریوں میں سے ایک مجھے فروخت کر دے۔ چرواہے نے جواب دیا کہ میں مالک نہیں بلکہ خادم ہوں۔ مجھے فروخت (بیچنے) کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں، مجھے فروخت کر کے اپنے مالک سے کہہ دینا کہ اس بکری کو بھیڑیے نے کھا لیا ہے۔ اس پر چرواہے نے جواب دیا کہ حضرت رضی اللہ عنہ! تو پھر اللہ کہاں ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چرواہے کی بات سن کر رو پڑے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پرہیزگاری کی بنا پر اس غلام کو خرید کر آزاد کر دیا اور اس غلام سے فرمایا کہ تیرے تقویٰ نے تجھے دنیاوی غلامی سے نجات دلائی ہے اور مجھے امید ہے کہ یہی تقویٰ آخرت میں بھی تجھے دوزخ کے عذاب سے نجات دلائے گا۔

(۳)۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک رات مدینہ منورہ میں گشت کر رہے تھے تا کہ لوگوں کے حالات سے با خبر ہوں۔ایک گھر سے کچھ آوازیں آ رہی تھیں۔آپؓ نے غور سے سنا کہ ایک ماں اپنی جوان لڑکی سے کہہ رہی ہے، بیٹی! آج رات اونٹنیوں نے دودھ کم دیا ہے اس لیے تم تھوڑا سا پانی ملا دو تا کہ گاہکوں کو دودھ برابر مل جائے۔بیٹی نے جواب دیا کہ امّی جان! امیر المومنین (مسلمانوں کا حکمران) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حکم ہے کہ فروخت کرنے کے دودھ میں پانی نہ ملایا جائے۔ماں نے کہا، اس رات کے اندھیرے میں کون سا امیر المومنین رضی اللہ عنہ ہے جو تجھے دیکھ رہا ہے؟ بیٹی نے جواب دیا کہ اگر امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نہیں دیکھ رہا ہے تو عمر رضی اللہ عنہ کا رب تو ضرور دیکھ رہا ہے۔پس میں یہ جرم ہرگز نہیں کر سکتی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اس لڑکی کی یہ بات سنی تو رو پڑے۔ دوسرے دن اس لڑکی کے متعلق معلومات جمع کیں، پتہ چلا کہ لڑکی غیر شادی شدہ ہے۔پھر اپنے بیٹوں کو اکٹھا کیا اور فرمایا، میرے بچو! گذشتہ رات میں نے ایک دین دار لڑکی کی یہ باتیں سنیں۔اللہ کی قسم! اگر مجھ میں جوانی ہوتی تو ضرور میں اسے اپنے گھر میں بیوی بنا کر لاتا لیکن میں بوڑھا ہو چکا ہوں، میری ہڈیاں کمزور ہو چکی ہیں، اب مجھ میں یہ صلاحیت نہیں کہ میں کسی جوان لڑکی سے شادی کروں لیکن میں نہیں چاہتا کہ وہ لڑکی ضائع ہو جائے۔میری خواہش ہے کہ وہ میری بہو بن کر میرے گھر میں آئے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی یہ باتیں سن کر حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابّا جان! اس لڑکی سے میں شادی کروں گا۔آپ رضی اللہ عنہ نے اس نیک لڑکی کا نکاح اپنے بیٹے سے کر دیا۔ان سے ایک بچی ہوئی اور پھر اس بچی کی شادی عبدالعزیز سے ہوئی۔ان سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ پیدا ہوئے۔جنہیں امت اسلامیہ نے پانچواں خلیفہ راشد تسلیم کیا ہے۔انہوں نے اپنے دو اڑھائی سال کے مختصر دورِ حکومت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔

(۴)۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے ایک سبزی بیچنے والے کے پاس اپنا ایک برتن گروی رکھا۔جب آپؒ نے برتن چھڑانے کا ارادہ کیا، تو دکاندار نے دو برتن آپؒ کے سامنے پیش کر کے کہا، جو چاہو لے لو۔حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ مجھے اپنے برتن پہچاننے میں دشواری ہو رہی ہے۔لہٰذا برتن بھی تمہارا اور درہم بھی اپنے پاس رکھو۔یہ دیکھ کر سبزی بیچنے والے نے کہا، آپؒ کا برتن یہ ہے۔میں تو صرف آپؒ کی آزمائش کر رہا تھا۔حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ اب میں نہیں لوں گا۔آپؒ وہاں سے چل

دیے اور برتن اسی کے پاس رہنے دیا۔

(۵)۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے شام کے قیام دوران کسی سے قلم ادھار لیا اور بھول گئے اور مرو (ترکمانستان) پہنچ کر یاد آیا۔ آپؒ یہ قلم واپس کرنے کے لیے واپس شام آئے۔

(۶)۔ ایک دفعہ امام ابوحنیفہؒ بازار سے گزر رہے تھے کہ ناخن کے برابر کیچڑ ان کے کپڑوں پر لگ گئی۔ آپؒ نے دریا پر جا کر کپڑوں کو خوب دھویا اور پاک کیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپؒ کے نزدیک تو اتنی کم نجاست (گندگی) جائز ہے۔ پھر آپؒ نے کپڑا دھونے کے لیے اتنی تکلیف کیوں اٹھائی؟ آپؒ نے فرمایا کہ اتنی کم نجاست (گندگی) جائز تو ہے، مگر تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ اسے بھی دھولیا جائے۔

(۷)۔ حضرت امام محمد بن سیرینؒ کا شمار پاک ہستیوں میں ہوتا ہے۔ آپؒ معاش کے لیے زیتون کے تیل کا کاروبار کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپؒ نے اسّی ہزار درہم کا زیتون کا تیل خریدا۔ جب تیل کا ایک مشک کھولا تو اس سے ایک مری ہوئی چوہیا برآمد ہوئی۔ آپؒ کو یہ شبہ ہو گیا کہ شاید چوہیا تیل کے ذخیرہ میں گر کر مری ہو اور اس سے سارا تیل مشکوں میں بھرا گیا ہو۔ اس شک کی وجہ سے آپؒ نے یہ گوارا نہیں کیا کہ اس تیل کو بیچا جائے۔ آپؒ نے غلاموں کو حکم دیا کہ سارا تیل بہا دیا جائے۔

حکم کے مطابق تیل بہا دیا گیا لیکن جہاں سے تیل خریدا گیا تھا وہاں وقت پر ادائی نہیں ہو سکی۔ اس نے حاکم وقت کے دربار میں شکایت کر دی۔ جس کی وجہ سے آپؒ کو ادائی تک قید کر دیا گیا۔ داروغہ نے آپؒ سے کہا کہ مجھے پتہ ہے کہ آپؒ بے قصور ہیں۔ میری جانب سے آپؒ کو اجازت ہے کہ ہر رات گھر چلے جائیں اور صبح کے وقت قید خانہ پہنچ جائیں۔ آپؒ نے فرمایا میں تمہاری اس خیانت (بددیانتی) میں، تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا۔ کل قیامت کے دن میں اللہ پاک کو کیا جواب دوں گا۔ آپؒ نے قید خانے کی سختیوں کو گوارا کر لیا۔ قاضی کے سامنے مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا ہونا برداشت کیا لیکن یہ گوارا نہیں کیا کہ غلط مال بیچ کر فائدہ حاصل کیا جائے۔

۳

مقام زہد

ا۔ زہد کا مفہوم

(ا)۔ زہد کے لغوی (لفظی) معنی بے رغبتی کے ہیں۔ انسان کا اپنی دنیاوی خواہشات چھوڑ کر خود کو عباداتِ الٰہی کے لیے فارغ کر دینا زہد کہلاتا ہے۔ زہد کے معنی ہیں کہ آدمی کی رغبت کا کسی ایک چیز سے ہٹ کر کسی دوسری چیز سے وابستہ ہو جانا اور جس چیز سے آدمی کی رغبت پھر گئی ہے اس کا آدمی کی نظر میں کم وقعت (عزت) ہو جانا ہے۔

(۲)۔ زہد ایک ذہنی اور قلبی کیفیت کا نام ہے۔ ایسی کیفیت جس میں ہر وہ شے بے وقعت (قیمت) معلوم ہو، جس کی کوئی قدر و قیمت ہو۔ مثلاً ہمارے سامنے مٹی کا ڈھیر پڑا ہے تو اس کو بے قیمت جاننا زہد نہیں کہلائے گا لیکن اگر ہمارے سامنے پڑا سونے کا ڈھیر ہماری نگاہ میں بے وقعت ہو گیا ہے تو اس کو زہد کہیں گے۔

(۳)۔ زاہد وہ شخص ہے جو آخرت کو دنیا پر، ذلت کو عزت پر، سختی کو آرام پر، بھوک کو شکم سیری پر، آخرت کی سلامتی کو دنیا کی محبت پر اور توجہ کو غفلت پر ترجیح دے اور اس کا نفس دنیا میں ہو اور اس کا قلب آخرت میں۔

(۴)۔ حقیقی زہد جس چیز کا نام ہے وہ دراصل ایمان کے بنیادی حقائق پر محنت کے نتیجے میں حاصل ہونے والی ایک نعمت ہے۔ یہ درحقیقت دل کی ایک کیفیت کا نام ہے۔ زہد کا کوئی تعلق آدمی کے غریب یا مالدار ہونے کے ساتھ سرے سے ہے ہی نہیں۔ ایک آدمی ارب پتی ہو کر بھی زاہد اور آخرت کا چاہنے والا ہو سکتا ہے، جبکہ ایک دوسرا آدمی بالکل غریب ہوتے ہوئے بھی دنیا پرست اور آخرت سے غافل ہو سکتا ہے کیونکہ زہد اور دنیا پرستی کا تعلق سراسر ہاتھ یا جیب کے ساتھ نہیں بلکہ دل کے ساتھ ہے اور آدمی کی زندگی کے مقصد کے ساتھ ہے۔

۲۔ زہد قرآن مجید کی روشنی میں

اللہ پاک نے اپنی پاک کتاب میں بار بار دنیا کے سروسامان کو چند روزہ، عارضی، آزمائش اور محض دنیا کی زینت قرار دیا ہے۔ انسان کو زہد سے متعلق ان قرآنی آیات کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا چاہیے جن میں زہد اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے یا پھر دنیاوی مال و اسباب کو محض عارضی قرار دیا گیا ہے۔ ان آیات میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(ا)۔ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ. (سورۃ آلِ عمران، آیت: ۱۹۶ - ۱۹۷)

(تجھے کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا فریب میں نہ ڈال دے۔ یہ چند روزہ زندگی کا لطف ہے پھران کا ٹھکانا دوزخ ہے، جو بہت برا ٹھکانا ہے)

(۲)۔ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ. (سورۃ القصص، آیت:۶۰-۶۱)

(تم لوگوں کو جو کچھ بھی دیا گیا ہے وہ محض دنیا کی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے، اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اس سے بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ کیا تم لوگ عقل سے کام نہیں لیتے؟ بھلا وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا ہو اور وہ اسے پانے والا ہو، کبھی اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جسے ہم نے صرف حیات دنیا کا سامان دے دیا ہو اور پھر وہ قیامت کے روز سزا کے لیے پیش کیا جانے والا ہو)

(۳)۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۭ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ. (سورۃ آلِ عمران، آیت:۱۸۵)

(آخرکار ہر شخص کو مرنا ہے اور تم سب اپنے اپنے پورے اجر قیامت کے روز پانے والے ہو۔ کامیاب دراصل وہ ہے جو وہاں دوزخ کی آگ سے بچ جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے۔ رہی یہ دنیا، تو یہ محض ایک ظاہر فریب چیز ہے)

(۴)۔ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا. (سورۃ الکہف، آیت:۴۶)

(مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے ہاں ثواب میں بہتر اور امید کی رو سے زیادہ اچھی ہیں)

(۵)۔ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ. (سورۃ التوبہ، آیت:۵۵)

(ان کے مال و دولت اور ان کی کثرت اولاد کو دیکھ کر دھوکا نہ کھاؤ)

۳۔ زہد احادیث کی روشنی میں

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو بار بار زہد اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی ہے، جس کا اندازہ درج ذیل چند احادیث سے لگایا جا سکتا ہے:

(۱)۔ عَنْ أَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيْسَ الزَّهَادَةُ فِي الدُّنْيَا بِتَحْرِيمِ الْحَلَالِ، وَلَا فِي إِضَاعَةِ الْمَالِ، وَلَكِنِ الزَّهَادَةُ فِي الدُّنْيَا أَنْ لَا تَكُونَ بِمَا فِي يَدَيْكَ أَوْثَقَ مِنْكَ بِمَا فِي يَدِ اللّٰهِ". (سنن ابن ماجہ، ج: ۳، رقم الحدیث: ۹۸۰)

(حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا کا زہد یہ نہیں کہ آدمی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کر لے اور نہ یہ ہے کہ اپنا مال تباہ کر دے۔ بلکہ زہد اور درویشی یہ ہے کہ آدمی کو اس مال پر جو اس کے ہاتھ میں ہے اس سے زیادہ بھروسہ نہ ہو جتنا اس مال پر ہے جو اللہ کے ہاتھ میں ہے)

(۲)۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا أَنَا عَمِلْتُهُ أَحَبَّنِي اللّٰهُ، وَأَحَبَّنِي النَّاسُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ازْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللّٰهُ، وَازْهَدْ فِيمَا فِي أَيْدِي النَّاسِ يُحِبُّوكَ". (سنن ابن ماجہ، ج: ۳، رقم الحدیث: ۹۸۲)

(حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے کہ جسے میں کرنے لگوں تو میں اللہ کو پسند آؤں اور لوگوں کو بھی پسند آؤں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا کے معاملہ میں زہد اختیار کر لو، تم اللہ کو پسند آنے لگو گے۔ جو کچھ لوگوں کے ہاتھ میں ہے، اس کی بابت زہد اختیار کر لو، تم لوگوں کو پسند آنے لگو گے)

(۳)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِالسُّوقِ دَاخِلًا مِنْ بَعْضِ الْعَالِيَةِ وَالنَّاسُ كَنَفَتَيْهِ فَمَرَّ بِجَدْيٍ أَسَكَّ مَيِّتٍ فَتَنَاوَلَهُ فَأَخَذَ بِأُذُنِهِ، ثُمَّ قَالَ: "أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنَّ هَذَا لَهُ بِدِرْهَمٍ؟ فَقَالُوا: مَا نُحِبُّ أَنَّهُ لَنَا بِشَيْءٍ وَمَا نَصْنَعُ بِهِ۔ قَالَ: "أَتُحِبُّونَ أَنَّهُ لَكُمْ؟ قَالُوا: وَاللّٰهِ لَوْ كَانَ حَيًّا كَانَ عَيْبًا فِيهِ لِأَنَّهُ أَسَكُّ فَكَيْفَ وَهُوَ مَيِّتٌ۔ فَقَالَ: "فَوَاللّٰهِ لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هَذَا عَلَيْكُمْ". (صحیح مسلم، ج: ۳، رقم الحدیث: ۲۹۱۷)

(حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ بازار سے گزرتے ہوئے کسی بلندی سے مدینہ منورہ میں داخل ہورہے تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں طرف تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیڑ کا ایک بچہ جو چھوٹے کانوں والا تھا، اسے مرا ہوا دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا کان پکڑ کر ارشاد فرمایا: تم میں سے کون اسے ایک درہم میں لینا پسند کرے گا؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا! ہم میں سے کوئی بھی اسے کسی چیز کے بدلے میں لینا پسند نہیں کرتا اور ہم اسے لے کر کیا کریں گے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ یہ تمہیں مل جائے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا اللہ کی قسم! اگر یہ زندہ بھی ہوتا تو پھر بھی اس میں عیب تھا کیونکہ اس کا کان چھوٹا ہے، اب تو یہ مردہ حالت میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! اللہ کے ہاں یہ دنیا اس سے بھی زیادہ کم عزت والی ہے جتنا تمہارے نزدیک یہ مردار کم عزت والا ہے[۱])

(۴)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: اضْطَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حَصِيرٍ فَأَثَّرَ فِي جِلْدِهِ، فَقُلْتُ: بِأَبِي وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ، لَوْ كُنْتَ آذَنْتَنَا فَفَرَشْنَا لَكَ عَلَيْهِ شَيْئًا يَقِيكَ مِنْهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا أَنَا وَالدُّنْيَا، إِنَّمَا أَنَا وَالدُّنْيَا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ، ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا". (سنن ابن ماجہ، ج: ۳، رقم الحدیث: ۹۸۹)

(حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بوریئے پر لیٹے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن میں اس کا نشان پڑ گیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان! کاش آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو حکم دیتے تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے بستر کر دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ تکلیف نہ ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تو دنیا میں ایسا ہوں جیسے ایک سوار ایک درخت تلے سایہ کے لیے اتر پڑے پھر تھوڑی دیر میں وہاں سے چل دے)

(۵)۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَا

۱۔ اگر یہ دنیا اپنی مرضی سے گزاری جائے تو یہ مردار بن جاتی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی سے گزاری جائے تو یہ اللہ پاک کی برکات کا سبب ہے۔

أُخْبِرُكَ عَنْ مُلُوكِ الْجَنَّةِ؟"، قُلْتُ: بَلٰى، قَالَ: "رَجُلٌ ضَعِيفٌ مُسْتَضْعِفٌ ذُو طِمْرَيْنِ، لَا يُعْبَأُ لَهُ، لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ". (سنن ابن ماجہ، ج: ۳، رقم الحدیث: ۹۹۵)

(حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تجھ سے بیان نہ کروں جنت کا بادشاہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا! جی ہاں بیان فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کمزور ہو، لوگ اس کو کم سمجھیں اور دو پرانے کپڑے پہنتا ہو، وہ اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بھروسے پر قسم کھائے، تو اللہ تعالیٰ اس کو سچا کرے گا)

(۶)۔ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ، كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعِّفٍ، أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ، كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ". (سنن ابن ماجہ، ج: ۳، رقم الحدیث: ۹۹۶)

(حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تجھ کو نہ بتاؤں کہ جنت والے لوگ کون ہیں؟ ہر ایک ضعیف (کمزور) جس کو لوگ کمزور جانیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو نہ بتلاؤں، دوزخ والے لوگ کون ہیں؟ ہر ایک سخت مزاج، بہت روپیہ جوڑنے والا اور اکڑ والا)

(۷)۔ عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِي غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِينِهِ". (جامع ترمذی، ج: ۲، رقم الحدیث: ۲۶۴)

(حضرت ابن کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ اپنے والد سے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں: اگر دو بھوکے بھیڑیے بکریوں میں چھوڑ دیے جائیں تو بھی وہ اتنا فساد برپا نہ کریں، جتنا مال وشرف (عہدہ/ بڑھائی) کی حرص، انسان کے دین کو خراب کرتی ہے)

۴۔ زہد کی اقسام

(ا)۔ زہد کی کئی صورتیں ہیں جن میں سے تین صورتیں زیادہ اہم ہیں:

(i)۔ خدا کی رضا کے لیے حرام کام کو چھوڑ دینا، یہ عوام کا زہد ہے۔ زہد کی یہ صورت اختیار کرنا تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔

(ii)۔ حلال میں سے ضرورت سے زائد کو چھوڑ دینا، یہ خاص لوگوں کا زہد ہے۔ اسے نفل زہد بھی کہتے ہیں۔

(iii)۔ حلال میں سے ایسی اشیا کو چھوڑ دینا جو بندے کو خدا سے غافل کر دیتی ہوں۔ یہ عارفین کا زہد ہے۔

۵۔ زہد اور دنیا کا تعلق

(۱)۔ زہد کا عام تصور، غربت، دنیا سے بیزاری اور پھٹے کپڑوں میں قید کر دیا گیا ہے، حالانکہ اسلام میں ایسا نہیں ہے۔ اسلام کے نزدیک زہد، دولت کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے اور غربت کے ساتھ بھی۔ ایک دولت مند بھی زاہد ہوسکتا ہے اگر اس دولت سے گناہ پیدا نہ ہو اور غریب فقیر بھی زاہد ہوسکتا ہے اگر دنیا کے ہاتھ سے نکل جانے پر غم نہ کرے اور پریشان نہ ہو۔

(۲)۔ اللہ پاک نے اپنی پاک کتاب قرآن مجید میں دو طرح کے لوگوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک گروہ جو صرف دنیا کا چاہنے والا ہوتا ہے اور دوسرا وہ جو دنیا و آخرت دونوں چاہنے والا ہوتا ہے۔ اس گروہ کا ذکر خیر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۝ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ. (سورۃ البقرہ، آیت: ۲۰۰-۲۰۲)

(بعض لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دے، ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ بعض لوگ وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچائے رکھ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے ان کے اعمال کا حصہ ہے اور اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے)

(۳)۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیغام روانہ فرمایا کہ اپنا (جنگی) لباس اور ہتھیار پہن کر میرے پاس پہنچو۔ میں آپ کے پاس حاضر ہوا تو آپ وضو کر رہے تھے۔ آپ نے مجھ پر اوپر سے لے کر نیچے تک نگاہ ڈالی، پھر فرمایا: میں تمہیں ایک لشکر کی کمان دے کر مہم پر روانہ کرنا چاہتا ہوں، اللہ تمہیں صحیح سلامت واپس لائے اور کامیابی و مالِ غنیمت [۱] دے اور میں

[۱]۔ وہ مال جسے میدانِ جنگ میں دشمن فوجیں چھوڑ کر بھاگ جاتی ہیں، مالِ غنیمت کہلاتا ہے۔

تمہارے مال پانے کے لئے بھی خواہش رکھتا ہوں۔ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں مال پانے کی خاطر اسلام نہیں لایا، بلکہ اس لیے اسلام لایا ہوں کہ اسلام ہی مجھے پسند ہے اور اس لیے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی صحبت وساتھ پاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمرو! کیا ہی خوب ہے کہ پاک مال ہو اور نیک آدمی کے ہاتھ میں ہو۔ (مسند احمد، ج:۷، رقم الحدیث:۸۸۹)

(۴)۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں ہم ایسے صحابہ کو بھی جانتے ہیں جو مشکل سے دو کپڑوں میں صفہ [۱] پر بیٹھے تھے۔ ان کی زندگی مسجد، علم اور جہاد وغیرہ کی سرگرمیوں تک ہی محدود تھی۔ اسی طرح اصحابِ رسول ﷺ میں ہم ایسے اصحاب کو بھی دیکھتے ہیں جو کروڑ پتی تھے۔

(۵)۔ جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا، ان کے خزانچی کے پاس ڈیڑھ لاکھ دینار اور دس لاکھ درہم تھے۔ اس کے علاوہ اریس وخیبر اور وادی القریٰ کے درمیان میں کچھ زمینیں تھیں جن کی ملکیت دو لاکھ دینار تھی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا ترکہ چار لاکھ دینار تھا۔ ایک ہزار گھوڑے اور ایک ہزار ملازم/کام کرنے والے مزدور اس کے علاوہ تھے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے تین لاکھ دینار چھوڑے۔ دنیا ان کے ہاتھ میں تھی، دل میں نہ تھی۔ جب نہ ملی تھی صبر کیا، جب ملی تو شکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے ابتدا میں ان کو فاقے میں مبتلا فرمایا یہاں تک کہ ان کے ایمان، کمال کو پہنچ گئے۔

(۶)۔ مادی اشیا اور زہد کے تعلق کو مولانا جلال الدین رومیؒ نے بہت سادگی اور خوبصورتی کے ساتھ یوں بیان کیا ہے:

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نہ قماش و نقدہ، میزان و زن

(دنیا کیا ہے؟ اللہ سے غافل ہونا دنیا ہے)
(کپڑا اور مال اور ترازو اور عورت نہیں)

(۷)۔ زہد یہ ہے کہ دنیا آدمی کے ہاتھ میں ہو اور دل میں نہ ہو، چاہے وہ کروڑوں کا مالک کیوں نہ ہو۔ اس

---

[۱]۔ مسجد نبوی کے ساتھ مسجد کے باہر کی جانب شمال کی طرف ایک چبوترہ تھا۔ اس چبوترے کو صفۃ المسجد کہا جاتا تھا جو بعد میں صفہ کہلانے لگا۔

صورت حال کی مثال مولانا جلال الدین رومیؒ نے اس شعر میں دی ہے:

آب در کشتی، ہلاک کشتی ست
آب اندر زیر کشتی، پشتی است

(پانی کشتی کے اندر چلا جائے تو کشتی ڈوب جاتی ہے)
(اگر پانی کشتی کے نیچے رہے تو کشتی محفوظ رہتی ہے)

۶۔ زہد اور رہبانیت

(۱)۔ اسلامی زہد کا رہبانیت (دنیا چھوڑ دینا) سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اسلامی زہد اور رہبانیت دو مختلف رویے ہیں۔ رہبانیت لوگوں سے قطع تعلق کرنے اور صرف عبادت کی طرف رخ موڑ لینے کا نام ہے۔ رہبانیت، زندگی اور اجتماعی معاشرہ کی ضد اور مخلوق سے کنارہ کشی، گوشہ نشینی، لوگوں سے قطع تعلق اور ہر طرح کی اپنی مسئولیت اور ذمہ داریوں سے فرار کا نام ہے، لیکن اسلامی زہد، سادہ زندگی کے انتخاب کرنے کا نام ہے، لذتوں سے دور رہنے (چھوڑنے) کی بنیاد پر ہے، لیکن اس میں دنیا سے کنارہ کشی نہیں ہوتی۔ ایک کامل زاہد دنیا میں ہی رہتا ہے۔ بلکہ دنیا کو فتح کرتا ہے مگر اس سے دل نہیں لگاتا۔

(۲)۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"لا خزام ولا زمام ولا سياحة، ولا تبتل ولا ترهب في الإسلام". (کنز العمال، ج: ۱، رقم الحدیث: ۱۱۰۸)

(اسلام میں جبر نہیں اور نہ آبادیوں سے دور جانے کا حکم اور نہ ہی دنیا سے کنارہ کشی اور رہبانیت کا حکم ہے)

(۳)۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ إِلَى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ، فَجَاءَهُ، فَقَالَ: "يَا عُثْمَانُ، أَرَغِبْتَ عَنْ سُنَّتِي؟ "قَالَ: لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَلَكِنْ سُنَّتَكَ أَطْلُبُ، قَالَ: "فَإِنِّي أَنَامُ، وَأُصَلِّي، وَأَصُومُ، وَأُفْطِرُ، وَأَنْكِحُ النِّسَاءَ، فَاتَّقِ اللّٰهَ يَا عُثْمَانُ فَإِنَّ لِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِضَيْفِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَصُمْ وَأَفْطِرْ، وَصَلِّ وَنَمْ". (مسند احمد، ج:۹، رقم الحدیث: ۶۲۱۸)

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو بلایا اور

فرمایا کیا تو میرے طریقہ کو ناپسند کرتا ہے؟ وہ بولے یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں! میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے طریقہ کو تلاش کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں سوتا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں اور کبھی نہیں بھی رکھتا اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، پس اے عثمان! تو اللہ تعالیٰ سے ڈر۔ تجھ پر تیری بیوی کا حق ہے، تیرے مہمان کا حق ہے اور خود تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے۔ پس کبھی کبھی روزہ بھی رکھ اور کبھی نہ رکھ، نماز بھی پڑھ اور سویا بھی کر)

۷۔ زہد کے بارے میں اقوال

زہد سے متعلق اللہ والوں نے سے مختلف اقوال (باتیں) بیان کی ہیں:

(۱)۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

تمام زہد قرآن مجید کے دو فقروں کے اندر سمٹا ہوا ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے (جو چیز ہاتھ سے نکل جائے اس کا افسوس نہ کرو اور جو مل جائے اس پر خوش نہ ہو) لہٰذا جو شخص کوئی چیز ہاتھ سے نکل جانے/ ماضی پر افسوس نہ کرے اور جو چیزیں مل جائیں ان پر مغرور نہ ہو، اس نے سارا زہد سمیٹ لیا ہے۔

(۲)۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ زہد ہاتھوں اور دل کا طمع (دنیاوی لالچ) سے پاک ہونا ہے۔

(۳)۔ حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ جن چیزوں سے ہاتھ خالی ہو، ان سے دل خالی ہونے کا نام زہد ہے۔

(۴)۔ حضرت ابوسلیمان دارانیؒ فرماتے ہیں کہ اس چیز کو چھوڑنا زہد ہے جو اللہ سے غافل کردے۔

(۵)۔ حضرت ابوبکر شبلیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ ہر چیز سے بے رغبتی اختیار کرنا ہی زہد ہے۔

(۶)۔ حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شر کو ایک گھر میں رکھ دیا ہے اور اس کی چابی دنیا کی محبت ہے۔ پھر ہر بھلائی ایک گھر میں رکھ کر زہد کو اس کی چابی قرار دیا ہے۔

(۷)۔ حضرت سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ زہد کی اصل متاع دنیا کا چھوڑنا اور اس سے علیحدگی نہیں ہے بلکہ دل کو اس کی محبت سے خالی اور بے نیاز کرنا ہے۔

۸۔ اہل زہد کے واقعات

نصیحت حاصل کرنے کے لیے زہد سے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعینؒ اور بزرگوں کے چند واقعات درج کیے جاتے ہیں:

(۱)۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زہد کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بوریے پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن میں اس کا نشان پڑ گیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان! کاش آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو حکم دیتے تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے بچھونا کر دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ تکلیف نہ ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! میں تو دنیا میں ایسا ہوں جیسے ایک سوار ایک درخت تلے سایہ کے لیے اتر پڑے پھر تھوڑی دیر میں وہاں سے چل دے۔ (سنن ابن ماجہ، ج: ۳، رقم الحدیث: ۹۸۹)

(۲)۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہاں میری بڑی قدر و منزلت تھی۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے عمران! ہم تیری عزت کرتے ہیں۔ کیا تو فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عیادت کے لیے چل سکتا ہے؟ میں نے عرض کیا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا ہوں میں ضرور چلوں گا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے، میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ چلا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر پہنچ کر دستک دی اور سلام کیا اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تشریف لائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا، میں اور جو شخص میرے ساتھ آیا ہے دونوں آئیں؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا: عمران! حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بنا کر بھیجا، میرے بدن پر صرف ایک عبا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا کہ اس کو اس طرح لپیٹ لو۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ میں نے اپنا جسم ڈھانپ لیا ہے، لیکن اپنا سر کیسے چھپاؤں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرانی چادر تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ چادر ان کی طرف پھینکی اور فرمایا اسے اپنے سر پر لپیٹ لو۔ اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اندر آنے اجازت دی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر تشریف لے گئے، سلام کیا اور ان کی مزاج پرسی کی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: خدا کی قسم! میں بھوکی ہوں۔ میرے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ بھوک نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔ یہ سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا: اے بیٹی! گھبرا مت! خدا کی قسم میں نے بھی تین دن سے کھانا نہیں کھایا حالانکہ میں اللہ کے نزدیک تجھ سے زیادہ رتبے والا ہوں۔

اگر میں اپنے رب سے سوال کرتا تو وہ مجھے ضرور کھانا کھلاتا مگر میں نے آخرت کو ترجیح دی، پھر آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: تجھے مبارک ہو کہ تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ فرعون کی بیوی آسیہ علیہا السلام اور عمران کی بیٹی مریم علیہا السلام کا درجہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت آسیہ علیہا السلام اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہوں گی، حضرت مریم علیہا السلام بھی اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہوں گی اور تو اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہوگی۔ تم جنت کے ایسے مکانوں میں رہوگی جو یاقوت سے بنے ہوں گے نہ ان میں کسی طرح کی تکلیف ہوگی اور نہ شور ہوگا۔

(۳)۔ حضرت رافع بن ابی رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زہد کا یہ حال تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک فدک سے ملنے والا کپڑا تھا، جس کو کناروں سے کانٹوں کی مدد سے جوڑا گیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اس کپڑے کو استعمال کرتے تھے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ فوت ہونے لگے تو اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میرا یہ کپڑا فوت ہونے کے بعد دھو لینا اور اس کے ساتھ دو اور چادریں ملا کر مجھے کفن دینا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، کیا اسی پرانے کپڑے میں کفن دیا جائے؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زندہ لوگ وفات پا جائے والے کی نسبت نئے کپڑے کے زیادہ حق دار ہوتے ہیں۔

(۴)۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زہد کا یہ عالم تھا کہ بیت المقدس میں جب عیسائی افواج بے بس ہو گئیں تو صلح کے لئے شرط رکھی کہ مسلمانوں کے خلیفہ خود تشریف لائیں۔ اس وقت کے خلیفہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کی یہ شرط تسلیم کرتے ہوئے جب مسلم افواج کی چھاؤنی میں پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی وہی قمیص زیب تن کر رکھی تھی جس پر جگہ جگہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کے مقامی کمانڈر درخواست کرتے ہیں کہ یہ ایک تاریخی موقع ہے، اس پھٹے ہوئے لباس میں وہ بیت المقدس میں داخل نہ ہوں اور اپنی سواری بھی ذرا بہتر کرلیں۔ وہاں بڑی بڑی شخصیات آپ کو دیکھیں گی۔ فرمایا: سنو! ہم دنیا کی سب سے ذلیل قوم تھے۔ خدا نے ہمیں عزت اور سربلندی دی تو اسلام کی بدولت۔ خدا کی قسم! یہ عزت اور سربلندی ہم اسلام کے سوا کسی اور چیز میں تلاش نہ کریں گے۔

(۵)۔ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہجرت کی۔ چنانچہ ہمارا اجر اللہ پاک کے ذمہ رہا۔ پس ہم میں سے کوئی تو گزر گیا اور اپنا اجر نہیں لیا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ (انہی) میں سے تھے، وہ جنگ احد کے موقع پر شہید ہو گئے تھے اور ایک چادر چھوڑی تھی، اس چادر سے ہم اگر ان کا سر ڈھانکتے، تو ان کے پاؤں کھل جاتے اور پاؤں ڈھانکتے، تو سر کھل جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا، کہ ہم ان کا سر ڈھانک دیں اور پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دیں۔

(۶)۔ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہل حمص کو لکھا کہ فقرا کے نام بھیجو۔ انہوں نے رقعہ میں کچھ نام بھیجے اور ان میں عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ عمیر رضی اللہ عنہ کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا، اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! یہ ہمارے حاکم ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا یہ فقیر ہیں؟ اہل حمص نے جواب دیا حضرت رضی اللہ عنہ ان سے زیادہ فقیر ہم میں سے کوئی نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ وظیفہ کا کیا کرتے ہیں؟ بتایا گیا کہ وہ سارا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیتے ہیں۔ اپنے لیے اور اپنے گھر کے لیے کچھ نہیں رکھتے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چار سو دینار انہیں بھیجے اور کہا کہ انہیں اپنے آپ پر اور اپنے گھر والوں پر خرچ کریں۔ جب یہ رقم پہنچی تو وہ اپنی بیوی کے پاس روتے ہوئے آئے۔ بیوی نے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ کیا امیر المومنین کی وفات ہو گئی۔ فرمایا، اس سے بھی بڑی آفت ہے۔ فرمایا میرے سامنے دنیاوی مال و دولت آ گیا۔ آخر کار اپنی بیوی کے مشورے سے تمام دینار لے کر باہر نکلے۔ مسلمانوں کا ایک لشکر ملا جو جہاد پر جا رہا تھا تو ان کے حال کے مطابق پانچ پانچ دینار تقسیم کر دیے پھر واپس آ گئے اور اپنے گھر والوں کے لیے ایک دینار بھی نہ رکھا۔

(۷)۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں بھوک کے مارے زمین پر اپنے پیٹ کے بل لیٹ جاتا تھا اور کبھی میں بھوک کے مارے اپنے پیٹ پر پتھر باندھا کرتا تھا۔ ایک دن میں اس راستے پر بیٹھ گیا، جس سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نکلتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ گزرے اور میں نے ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا! میرے پوچھنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ مجھے کچھ کھلا دیں، مگر وہ چلے گئے اور کچھ نہیں کیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ

میرے پاس سے گزرے، میں نے ان سے بھی قرآن مجید کی ایک آیت پوچھی اور میرے پوچھنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ مجھے کچھ کھلا دیں، مگر وہ بھی گزر گئے اور کچھ نہیں کیا۔
اس کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ گزرے اور آپ ﷺ نے جب مجھے دیکھا تو آپ ﷺ مسکرا دیے اور آپ ﷺ میرے دل کی بات سمجھ گئے اور میرے چہرے کو آپ ﷺ نے بھانپ لیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: میرے ساتھ آ جاؤ اور آپ ﷺ چلنے لگے۔ میں حضور نبی کریم ﷺ کے پیچھے چل دیا۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ اندر گھر میں تشریف لے گئے۔ پھر میں نے اجازت چاہی اور مجھے اجازت ملی۔ جب آپ ﷺ داخل ہوئے تو ایک پیالے میں دودھ ملا۔ دریافت فرمایا! کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ کہا کہ فلاں یا فلانی نے حضور نبی کریم ﷺ کے لیے تحفہ میں بھیجا ہے۔
حضور پاک ﷺ نے فرمایا! ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! میں نے عرض، کیا لبیک یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا! اہل صفہ کے پاس جاؤ اور انہیں بھی میرے پاس بلا لاؤ۔ چنانچہ مجھے یہ بات ناگوار گزری اور میں نے سوچا کہ یہ دودھ ہے ہی کتنا کہ سارے صفہ والوں میں تقسیم ہو۔ اس کا حق دار میں تھا کہ اسے پی کر کچھ قوت حاصل کرتا۔ جب صفہ والے آئیں گے، تو حضور نبی کریم ﷺ مجھ سے فرمائیں گے اور میں اسے انہیں دے دوں گا۔ مجھے تو شاید اس دودھ میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا۔ لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ماننے کے سوا کوئی اور چارہ بھی نہیں تھا۔ چنانچہ میں ان کے پاس آیا اور رسول کریم ﷺ کی دعوت پہنچائی، وہ آ گئے اور اجازت چاہی۔ انہیں اجازت مل گئی، پھر وہ گھر میں اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔

حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! میں نے عرض کیا، لبیک یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا! لو اور اسے ان سب حاضرین کو دے دو۔ بیان کیا کہ پھر میں نے پیالہ پکڑ لیا اور ایک ایک کو دینے لگا۔ ایک شخص دودھ پی کر جب سیراب ہو جاتا تو مجھے پیالہ واپس کر دیتا، پھر دوسرے شخص کو دیتا، وہ بھی سیر ہو کر پیتا، پھر پیالہ مجھ کو واپس کر دیتا اور اسی طرح تیسرا پی کر، پھر مجھے پیالہ واپس کر دیتا۔ اس طرح حضور نبی کریم ﷺ تک پہنچا، لوگ پی کر سیراب ہو چکے تھے۔
آخر میں پیارے نبی کریم ﷺ نے پیالہ پکڑا اور اپنے ہاتھ پر رکھ کر، آپ ﷺ نے میری طرف

دیکھا اور مسکرا کر فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! میں نے عرض کیا: لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! بیٹھ جاؤ اور پیو۔ میں بیٹھ گیا اور میں نے دودھ پیا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برابر فرماتے رہے کہ اور پیو! آخر مجھے کہنا پڑا، نہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، بالکل گنجائش نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! پھر مجھے دے دو۔ میں نے پیالہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور بسم اللہ پڑھ کر بچا ہوا، خود پی لیا۔ (صحیح بخاری، ج: ۳، رقم الحدیث: ۱۳۹۹)

۴

مقام صبر

ا۔ صبر کا مفہوم

(۱)۔ صبر کے لغوی (لفظی) معنی رکنا اور روکنا ہیں اور اصطلاحی معنی میں، نفس کو شریعت کا پابند بنانا، صبر کہلاتا ہے۔ اللہ پاک کی اطاعت پر اپنے نفس کو روکنا اور شریعت کی حرام کردہ چیزوں سے باز رہنا صبر ہے۔

(۲)۔ صبر کے دو مفہوم ہیں: ایک یہ کہ آدمی مشکلات میں حوصلہ و برداشت سے کام لے، مایوس نہ ہو، چیخے چلائے نہیں۔ دوسرے یہ کہ ہر حالت میں حق و انصاف پر قائم رہے۔ پہلے معنی کے لحاظ سے یہ دینی رویے کا ایک جز ہے اور دوسرے معنی کے لحاظ سے یہ پورے دین پر قائم رہنے کی ایک جدوجہد کا نام ہے۔

(۳)۔ صبر ایک لحاظ سے شکر کے مقابل مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ صبر و شکر دونوں ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں۔ اچھے حالات میں نیکی کرتے رہنا اور تکبر و غرور وغیرہ سے بچنا شکر ہے۔ اور برے حالات میں نیکی پر قائم رہنا اور مایوسی و بدگمانی سے بچنا صبر ہے۔

(۴)۔ صبر مشکلات میں ثابت قدمی کا نام ہے، مگر جس طرح مشکلات میں صبر کرنا پڑتا ہے، ایسے ہی انعامات کے وقت بھی صبر کرنا پڑتا ہے۔ جس طرح مشکل کی وجہ سے اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ آدمی حق سے ہٹ جائے، اسی طرح نعمتیں بھی اس بات کا امکان پیدا کر دیتی ہیں کہ آدمی ان میں مگن ہو کر اپنے دین سے دور اور مغرور ہو جائے۔

(۵)۔ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا اور اس کی بارگاہ میں گڑگڑانا صبر کے منافی نہیں۔ یہ ایک فطری اور غیر اختیاری امر ہے۔ اس پر کوئی گناہ نہیں۔ مصیبت کے وقت رونا پیٹنا، چیخنا چلانا وغیرہ جاہلیت کے کام ہیں جو اسلام میں منع ہیں ورنہ صرف غمگین ہونا صبر کے خلاف نہیں ہے بلکہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں خدا کے حضور گڑگڑا کر دعا مانگتے مانگتے سفید ہو گئی تھیں۔ اور آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَآ اَشۡكُوۡا بَثِّىۡ وَحُزۡنِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ۔ (سورۃ یوسف، آیت: ۸۶)

(میں تو اپنی پریشانی اور غم کا اظہار اللہ تعالیٰ ہی کے سامنے کرتا ہوں)

۲۔ صبر قرآن پاک کی روشنی میں

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر صبر کا ذکر فرمایا ہے۔ ان میں سے چند آیات یہاں درج کی جاتی ہیں:

(۱)۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۣوَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (سورۃ آلِ عمران، آیت:۲۰۰)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو، صبر سے کام لو، باطل پرستوں کے مقابلہ میں پامردی دکھاؤ، حق کی خدمت کے لیے کمر بستہ رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، امید ہے کہ فلاح پاؤ گے)

(۲)۔ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ. (سورۃ النحل، آیت:۱۲۷)

(صبر سے کام کیے جاؤ اور تمہارا یہ صبر اللہ پاک ہی کی توفیق سے ہے ان لوگوں کی حرکات پر رنج نہ کرو اور نہ ان کی چال بازیوں پر دل تنگ ہو)

(۳)۔ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ. (سورۃ الرعد، آیت:۲۲)

(وہ جنہوں نے اپنے رب کی رضامندی کے لیے صبر کیا اور نماز قائم کی اور ہمارے دیے ہوئے (مال) میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا اور برائی کے مقابلے میں بھلائی کرتے ہیں انھیں کے لیے آخرت کا گھر ہے)

(۴)۔ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ. (سورۃ البقرہ، آیت:۴۵)

(صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو۔ یہ بات عاجزی کرنے والوں کے سوا دوسروں کے لیے بہت مشکل ہے)

(۵)۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ. (سورۃ الروم، آیت:۶۰)

(اور ہم ضرور تمہاری آزمائش کریں گے دشمن کے ڈر، بھوک، مال وجان اور پھلوں کی کمی سے اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری دیجیے)

۳۔ صبر احادیث کی روشنی میں

احادیث شریف میں صبر کی اہمیت کچھ یوں بیان کی گئی ہے:

(۱)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالَى: "مَا لِعَبْدِي الْمُؤْمِنِ عِنْدِي جَزَاءٌ إِذَا قَبَضْتُ صَفِيَّهُ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا ثُمَّ احْتَسَبَهُ، إِلَّا الْجَنَّةُ". (صحیح بخاری، ج:۳، رقم الحدیث:۲۷۱۳)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اس مومن بندے کا، جس کی میں کوئی عزیز چیز دنیا سے اٹھالوں اور وہ اس پر ثواب کی نیت سے صبر کرلے، اس کا بدلہ میرے ہاں جنت کے سوا اور کچھ نہیں)

(۲)۔ عَنْ صُهَيْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ". (صحیح مسلم، ج:۳، رقم الحدیث:۲۹۹۹)

(حضرت صہیب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن انسان کا بھی عجیب حال ہے۔ اس کے ہر حال میں خیر ہی خیر ہے۔ یہ بات مومن کے سوا کسی دوسرے کو حاصل نہیں۔ اگر اسے کوئی تکلیف بھی پہنچی، اس نے شکر کیا تو اس کے لیے اس میں بھی ثواب ہے اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچا اور اس نے صبر کیا تو اس کے لیے اس میں بھی ثواب ہے)

(۳)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْمُؤْمِنُ الَّذِي يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ، أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ". (سنن ابن ماجہ، ج:۳، رقم الحدیث:۹۱۲)

(حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ مومن جو لوگوں سے میل جول رکھتا ہو اور ان کے تکلیف دینے پر صبر کرتا ہے، اس مومن سے افضل ہے جو لوگوں سے میل جول نہیں رکھتا اور ان کے تکلیف پہنچانے پر صبر نہیں کرتا)

(۴)۔ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ "أَلَا أُرِيكَ امْرَأَةً مِنْ

أَهْلِ الْجَنَّةِ؟، قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: هَذِهِ الْمَرْأَةُ السَّوْدَاءُ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: إِنِّي أُصْرَعُ، وَإِنِّي أَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ لِي، قَالَ: إِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ، وَإِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ أَنْ يُعَافِيَكِ، فَقَالَتْ: أَصْبِرُ، فَقَالَتْ: إِنِّي أَتَكَشَّفُ، فَادْعُ اللّٰهَ لِي أَنْ لَا أَتَكَشَّفَ، فَدَعَا لَهَا". (صحیح بخاری، ج:۳، رقم الحدیث:۶۲۹)

(حضرت عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا کہ میں تمہیں ایک جنتی عورت نہ دکھلاؤں؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ سیاہ فام عورت حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئی اور اس نے عرض کیا مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میرا ستر (پردہ) کھل جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لیے اللہ پاک سے دعا فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تو چاہے تو صبر کر، تیرے لیے جنت ہے اور اگر تو چاہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ پاک تجھے صحت و عافیت دے دے۔ وہ عورت کہنے لگی کہ میں صبر کروں گی لیکن میرا ستر (پردہ) کھل جاتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لیے دعا فرمائیں کہ میرا ستر نہ کھلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کے لیے دعا فرمائی)

(۵)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضَى لِعَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ إِذَا ذَهَبَ بِصَفِيِّهِ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَصَبَرَ وَاحْتَسَبَ، وَقَالَ: مَا أُمِرَ بِهِ بِثَوَابٍ دُونَ الْجَنَّةِ". (سنن نسائی، ج:۱، رقم الحدیث:۱۸۷۶)

(حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے کسی بچے کو لے لیتا ہے اور وہ بندہ اپنے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صبر کرتا ہے، تو جب وہ بندہ اپنے اللہ پاک سے اس کا اجر مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ جنت کے علاوہ کسی اور چیز کے مانگنے سے خوش نہیں ہوتا)

(۶)۔ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَيْسَ أَحَدٌ أَوْ لَيْسَ شَيْءٌ أَصْبَرَ عَلَى أَذًى سَمِعَهُ مِنَ اللّٰهِ، إِنَّهُمْ لَيَدْعُونَ لَهُ وَلَدًا وَإِنَّهُ لَيُعَافِيهِمْ وَيَرْزُقُهُمْ". (صحیح بخاری، ج:۳، رقم الحدیث:۱۰۵۲)

(حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص

تکلیف دینے والی بات سن کر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والا نہیں ہے۔لوگ اس کے لیے بیٹا بتاتے ہیں اور وہ انہیں معاف کر دیتا ہے اور انہیں رزق دیتا ہے)

(۷)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: أَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، فَانْطَلَقَ بِهِ إِلَى ابْنِهِ إِبْرَاهِيمَ فَوَجَدَهُ يَجُودُ بِنَفْسِهِ، فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَهُ فِي حِجْرِهِ فَبَكَى، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: أَتَبْكِي، أَوَلَمْ تَكُنْ نَهَيْتَ عَنِ الْبُكَاءِ، قَالَ: "لَا، وَلَكِنْ نَهَيْتُ عَنْ صَوْتَيْنِ أَحْمَقَيْنِ فَاجِرَيْنِ: صَوْتٍ عِنْدَ مُصِيبَةٍ، وَخَمْشِ وُجُوهٍ، وَشَقِّ جُيُوبٍ، وَرَنَّةِ شَيْطَانٍ". (جامع ترمذی، ج:۱، رقم الحدیث:۱۰۰۱)

(حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں اپنے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے۔ وہ اس وقت نزع کی حالت میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی گود میں لیا اور رونے لگے۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی روتے ہیں؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رونے سے منع نہیں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں بلکہ بیوقوفی اور نافرمانی کی دو آوازوں سے منع کیا ہے۔ ایک تو مصیبت کے وقت کی آواز جب چہرہ نوچا جائے اور گریبان چاک کیا جائے؛ دوسری شیطان کی طرح رونے کی آواز۔

۴۔ صبر اختیار کرنے کے طریقے

صبر اختیار کرنے کے کئی طریقے ہیں:

(۱)۔ مصیبت اور غم کے وقت زبان کو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ کے ورد میں مشغول کرنا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہیں اور مالک کو اپنی ملکیت پر پورا پورا اختیار (تصرف) ہے۔ غلام کو چاہیے کہ مالک کے اختیار پر راضی رہے۔

(۲)۔ مصیبت کے واقعے کو بار بار نہ سوچنا چاہیے بلکہ اپنے کام میں مصروف رہنا چاہیے۔ جو گزر گیا وہ گزر گیا۔ وہ مقدر تھا، سو ہو گیا۔ آئندہ بہتری ہوگی۔

(۳)۔ مصیبت کے وقت اپنے گناہوں کو یاد کرنا چاہیے اپنی غلطیوں کو یاد کیا جائے۔ مصیبت سے پریشان نہ ہوا جائے بلکہ غلطیوں پر خود شرمندہ ہوا جائے اور اپنی اصلاح کا سوچا جائے۔

(۴)۔ یہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہو گیا ہے، ایک خطرناک خیال ہے۔ اس سے انسان کا اپنے پروردگار سے تعلق کمزور ہو جاتا ہے اور آہستہ آہستہ ختم ہو جاتا ہے۔ اللہ پاک سے اچھا گمان رکھنا چاہیے۔

(۵)۔ مصیبتوں کو گناہوں کی سزا سمجھنا چاہیے اور اس کے ثواب کو یاد کرنا چاہیے۔ گناہوں پر استغفار کرنا چاہیے اور ثواب کی امید رکھنی چاہیے۔

(۶)۔ دین نے مصیبت کے وقت صبر و تحمل کی تعلیم دی ہے دین کے اس تصور کو ذہن میں لانا چاہیے۔

(۷)۔ مصیبت میں ثابت قدم رہنا چاہیے۔ اللہ پاک سے کوئی شکوہ و شکایت نہ کی جائے۔ کوئی بات ایمان اور اسلام کے خلاف زبان اور دل میں نہیں لانی چاہیے۔ اس سے ثواب بھی ملے گا اور غم کو برداشت کرنے کا حوصلہ بھی پیدا ہوگا۔

(۸)۔ یہ خیال دل میں لایا جائے کہ ہر مصیبت پر بدلہ ملتا ہے اور اس مصیبت میں نفع ضرور ہوگا۔ آخرت میں بھی اور دنیا میں بھی اگرچہ دنیا کا نفع ابھی سمجھ میں نہ آئے۔

(۹)۔ انبیا علیہم السلام کی زندگی صبر حاصل کرنے کے لیے ہمارے لیے نمونہ ہے۔ ان کی سیرت ایسی مثالیں رکھتی ہے کہ جن سے ہمیں حوصلہ حاصل ہوتا ہے اور بصیرت میں اضافہ ہوتا ہے۔ صبر کے لیے انبیا علیہم السلام اور اللہ والوں کی سیرتوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

(۱۰)۔ ہمیں دوسرے کے ساتھ معاملات کرتے ہوئے ان کے رویوں کو اپنے لیے اللہ پاک کی طرف سے امتحان سمجھنا چاہیے اور اگر غلطی ہماری ہو تو اسے درست کر لینا چاہیے۔ اگر غلطی دوسروں کی ہو تو درگزر سے کام لینا چاہیے اور اپنے کام اور رویے پر قائم و دائم رہنا چاہیے۔

۵۔ صبر کے بارے میں اقوال

صبر کے بارے میں بزرگوں سے بہت سے قول آئے ہیں:

(۱)۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ مومن کے لیے دنیا سے آخرت کو جانا آسان ہے لیکن اللہ پاک کی خاطر مخلوق کو چھوڑ دینا مشکل ہوتا ہے پھر خواہشات کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اس سے بھی مشکل ہے اور ہر وقت اللہ پاک پر نظر رکھ کر صبر تو اور بھی مشکل ہے۔

(۲)۔ حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حسن ادب سے ٹھہرنا

صبر کہلاتا ہے۔

(۳)۔ حضرت عمرو بن عثمانؒ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک کے احکام پر ثابت قدمی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ مصیبت کو خوشی سے قبول کرنا صبر کہلاتا ہے۔

(۴)۔ حضرت ابو محمد جریریؒ فرماتے ہیں کہ صبر یہ ہوتا ہے کہ انسان کے سامنے چین اور مصیبت کی دونوں حالتیں ایک جیسی ہوں اور وہ دونوں میں پرسکون بھی ہو۔

(۵)۔ حضرت قتادؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں سے منع فرمایا ہے ان سے باز رہنا اور جن کے اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان پر ثابت قدم رہنا صبر ہے۔

(۶)۔ حضرت ملا جلال الدین دوانیؒ فرماتے ہیں کہ خواہشات نفسانی سے نفس کے مقابلہ کرنے کو صبر کہتے ہیں۔

(۷)۔ حضرت فُضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنا صبر ہے۔

۶۔ اہلِ صبر کے واقعات

نصیحت حاصل کرنے کے لیے کچھ اللہ والوں کے صبر کے واقعات نقل کیے جاتے ہیں:

(۱)۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ نماز کے بعد ہم لوگوں کے ساتھ مسجد میں بیٹھ جاتے اور باتیں کرتے۔ ایک دن حسبِ معمول مسجد سے نکلے تو ایک بدو آیا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر اس زور سے پکڑ کی کھینچی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن مبارک سرخ ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مڑ کر دیکھا تو اس نے مطالبہ کیا کہ میرے اونٹوں کو غلہ سے لاددو، تیرے پاس جو مال ہے وہ نہ تیرا ہے اور نہ تیرے باپ کا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ پہلے میری گردن تو چھوڑ دو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے اونٹوں پر جو اور کھجور لدوا دیں اور صبر سے کام لیتے ہوئے کچھ تعرض (برا محسوس) نہ کیا۔ (سنن نسائی، ج:۳، رقم الحدیث:۱۰۸۵)

(۲)۔ ایک دفعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ کے لیے طائف تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جس قبیلے سے بھی گزر ہوتا اسے اسلام کی دعوت دیتے لیکن کسی نے بھی اسلام قبول نہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب طائف پہنچے تو قبیلہ ثقیف کے تین سرداروں کے پاس تشریف لے گئے جو آپس میں بھائی تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے پاس بیٹھنے کے بعد انہیں اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے انتہائی بدتمیزی والا رویہ اختیار کیا۔

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف میں دس دن قیام فرمایا۔ اس دوران میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف کے ایک ایک سردار کے پاس تشریف لے گئے اور ہر ایک سے گفتگو فرمائی لیکن سب کا ایک ہی جواب تھا کہ تم ہمارے شہر سے نکل جاؤ۔ بلکہ انہوں نے اپنے آوارہ لڑکوں کو شہ دے دی۔ چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واپسی کا ارادہ فرمایا تو یہ آوارہ لڑکے گالیاں دیتے، تالیاں بجاتے اور شور مچاتے ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے لگ گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے اتنی بھیڑ جمع ہوگئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے کے دونوں طرف قطار لگ گئی۔ پھر بدزبانی کے ساتھ ساتھ پتھر بھی مارنے لگے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ڈھال بن کر چلتے ہوئے پتھروں کو روک رہے تھے، پھر بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں مبارک لہولہان ہوگئے۔ بدمعاشوں نے یہ سلسلہ برابر جاری رکھا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عتبہ اور شیبہ کے ایک باغ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ یہ باغ طائف سے تین میل کے فاصلے پر تھا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باغ میں پناہ لی تو اوباشوں کی بھیڑ واپس چلی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دیوار سے ٹیک لگا کر انگور کی بیل کے سائے میں بیٹھ گئے۔ قدرے ٹھہر کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باغ سے نکلے اور مکے کی راہ پر چل پڑے۔ غم و تکلیف کی شدت سے طبیعت نڈھال اور دل پاش پاش تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ ان کے ساتھ پہاڑوں کا فرشتہ بھی تھا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ گزارش کرنے آیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم دیں تو ان لوگوں کو دو پہاڑوں کے درمیان کچل دوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل طائف کی سختی و بدتمیزی پر صبر کیا اور ان کے لیے ہدایت کی دعا فرمائی۔

(صحیح بخاری، ج:۲، رقم الحدیث:۴۹۱)

(۳)۔ حضرت ایوب علیہ السلام اللہ پاک کے بڑی شان والے پیغمبر علیہ السلام تھے۔ آپ علیہ السلام کو اللہ پاک نے مال و دولت اور جائیداد اور شاندار مکانات اور سواریاں اور اولاد اور نوکر بہت کچھ عطا فرمایا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو پیغمبرانہ آزمائش میں مبتلا کیا۔ یہ سب چیزیں ان کے ہاتھ سے نکل گئی اور بدن میں ایسی سخت بیماری لگ گئی جیسے جذام ہوتا ہے۔ بدن کا کوئی حصہ زبان اور دل کے علاوہ اس بیماری سے نہ بچا۔

اس حالت میں زبان و دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رکھتے اور شکر ادا کرتے رہتے تھے۔ اس شدید بیماری کی وجہ سے سب رشتہ داروں، دوستوں اور پڑوسیوں نے آپ علیہ السلام کو الگ کر کے آبادی سے باہر ایک جگہ پر ڈال دیا۔ رشتہ داروں اور دوستوں سب نے ساتھ چھوڑ دیا۔ صرف آپ علیہ السلام کی بیوی خیال کرتی رہی۔

مال و جائیداد تو سب ختم ہو چکا تھا آپ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ محنت مزدوری کر کے اپنے اور ان کے لیے رزق اور ضروریات پورا کرتی اور ان کی خدمت کرتی تھیں۔ ایک دن آپ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ نے عرض کیا کہ آپ علیہ السلام کی تکلیف بہت بڑھ گئی ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ یہ تکلیف دور ہو جائے۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: میں نے ستر سال صحیح تندرست اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمت و دولت میں گزارے ہیں۔ کیا اس کے مقابلے میں سات سال بھی مصیبت کے گزارنے مشکل ہیں؟ پیغمبرانہ عزم و برداشت اور صبر کا یہ عالم تھا کہ دعا کرنے کی بھی ہمت نہ کرتے تھے کہ کہیں صبر کے خلاف نہ ہو جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اور اپنی ضرورت اور تکلیف پیش کرنا بے صبری میں داخل نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر از ابو لفدا ابن کثیر بحوالہ سورۃ الانبیا، آیت: ۸۳)

(۴)۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا بیمار تھا، وہ فوت ہو گیا۔ ان کی زوجہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے گھر والوں سے کہہ دیا کہ تم میں سے کوئی بھی ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو ان کے بیٹے کی موت کی خبر نہ دے۔

جب حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ واپس آئے، ان کے سامنے رات کا کھانا لا کر رکھا۔ انہوں نے کھانا کھایا اور پانی پیا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ وہ اچھی طرح سیراب ہو چکے ہیں تو انہوں نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ! کیا خیال ہے اگر لوگ کسی سے کوئی چیز ادھار لیں۔ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں۔ جب ان سے واپسی کا مطالبہ ہو، کیا وہ انکار کر سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر اپنے بیٹے پر صبر کیجیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں واپس اپنے پاس بلا لیا ہے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور اس کی بیوی حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے چہیتے بیٹے کی وفات پر رونا دھونا نہیں کیا بلکہ اللہ رب العزت کی رضا کی خاطر صبر و تحمل سے کام لیا۔ صبح ہوئی تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ حضور نبی

کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ نبی پاک ﷺ نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں میاں بیوی کے لیے اس رات کو مبارک فرمائے۔ (مسند احمد، ج:۵، رقم الحدیث:۱۹۹۶)

(۵)۔ حضرت سری سقطیؒ سے صبر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؒ نے اس پر گفتگو شروع کر دی۔ اسی دوران ایک بچھو نے ٹانگ پر کاٹ دیا، آپؒ نے کوئی چیخ و پکار نہیں کی بلکہ صبر کیا۔ آپؒ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آ رہی تھی کہ میں صبر کا وعظ کر رہا ہوں لیکن خود صبر نہیں کر سکا۔

(۶)۔ حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک بیمار صوفی کی عیادت کو گیا۔ گفتگو کے دوران اس نے ایک دلدوز چیخ ماری۔ اس پر میں نے اس سے کہا کہ وہ شخص محبت میں سچا نہیں جس نے مصیبت و دکھ میں صبر نہ کیا۔ اس کے جواب میں اس نے کہا، نہیں بلکہ وہ شخص سچی محبت کرنے والا نہیں جس نے اپنے خالق و مالک کی طرف سے آنے والی آزمائش سے لذت حاصل نہ کی۔

(۷)۔ حضرت مالک بن دینارؒ کے دل میں موت کے وقت اس بات کی خواہش پیدا ہوئی کہ شہد اور دودھ میں گرم روٹی ڈال کر ثرید بنا کر کھاؤں۔ آپؒ نے خادم کو حکم دیا تو وہ کہیں سے یہ سب کچھ تیار کر کے آپؒ کی خدمت میں لایا۔ آپؒ کچھ دیر تک خالی نگاہوں سے ان چیزوں کی طرف دیکھتے رہے اور فرمایا: اے نفس تو نے تیس برس تک مسلسل صبر کیا ہے۔ اب اپنی عمر کے اس آخری لمحہ میں تجھ سے صبر نہیں ہو سکتا؟ یہ فرماتے ہوئے آپؒ نے پیالہ کو اپنے سے دور کر دیا اور صبر جمیل کرتے ہوئے وصال فرما گئے۔

۵

مقام رضا

ا۔ رضا کا مفہوم

(ا)۔ رضا کے معنی تسلیم کرنے اور خوشدلی کے ہیں۔ رضا سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے ارادے کو اللہ پاک کے ارادے میں ملا دے۔ اپنے دل کو اللہ پاک کے حکم کے سامنے جھکا دے۔ وہ وہی چاہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

(۲)۔ رضا سے مراد یہ ہے کہ انسان کی نظر اللہ تعالیٰ کے اختیار پر ہو۔ بندہ جانتا ہے کہ اس کا رب اس کے لیے بہترین چیز کا انتخاب کرتا ہے۔ اس لیے وہ اس پر راضی ہو جاتا ہے۔ انسان کا نفس جب اللہ پاک سے راضی ہو جائے تو وہ خود کو اللہ پاک کے سپرد کر دیتا ہے۔ اللہ پاک کی قضا و قدر کے سانے سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔

(۳)۔ رضا کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انسان تدبیر اور محنت کرنا چھوڑ دے اور ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جائے بلکہ یہ سب کچھ تو رضا کے خلاف ہے۔ رضا تو یہ ہے کہ انسان کسی کام کی بہتری کے لیے اپنی طرف سے پوری کوشش کرے اور پھر جو بھی نتائج نکلیں ان پر راضی رہے۔

(۴)۔ دعا مانگنا رضا کے خلاف نہیں ہے۔ دعا بذات خود ایک عبادت ہے۔ اس لیے سالک محض اظہار بندگی کے لیے دعا کرتے ہیں۔ اس واسطے دعا نہیں کرتے کہ جو مانگا ہے وہی مل جائے۔ دعا کے قبول نہ ہونے پر دل میں تنگی تک محسوس نہیں کرتے اور دعا کے قبول ہو جانے پر اتراتے نہیں بلکہ ہر حال میں خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتے ہیں۔

۲۔ رضا قرآن مجید کی روشنی میں

رضا شرف والا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اپنی پاک کتاب میں فرمایا ہے:

(ا)۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡرِىۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ ‌ؕ وَاللّٰهُ رَءُوۡفٌۢ بِالۡعِبَادِ. (سورۃ البقرہ، آیت: ۲۰۷)

(اور بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی طلب میں اپنی جان کھپا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑی شفقت کرنے والا ہے)

اسد اللہ خان غالب نے کیا خوب کہا ہے:

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

(۲)۔ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ. (سورۃ النساء، آیت:۱۲۵)
(اس شخص سے بہتر کون ہوسکتا ہے جس نے اپنا سر اللہ تعالیٰ کی رضا کے سامنے جھکا دیا جبکہ وہ نیکی کا خوگر بھی ہو)

(۳)۔ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. (سورۃ التوبہ، آیت:۱۰۰)
(وہ لوگ جنہوں نے نیک کاموں میں ان کی اتباع کی اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ پر راضی ہو گئے۔ اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے)

(۴)۔ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ. (سورۃ الفجر، آیت:۲۷-۳۰)
(اے اطمینان پانے والی روح، اپنے رب کی طرف لوٹ جا۔ اس حال میں کہ تو راضی اور خوش ہونے والی ہے۔ پس میرے خاص بندوں میں داخل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا)

(۵)۔ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ. (سورۃ الغافر، آیت:۴۴)
(اور میں تو اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ بیشک وہ بندوں کے معاملات کو دیکھنے والا ہے)

۳۔ رضا احادیث کی روشنی میں

اللہ پاک کی رضا ایک بلند مقام ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی بے شمار احادیث میں اس کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔ جن میں کچھ یہ ہیں:

(۱)۔ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ، وَإِنَّ اللّٰهَ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا، وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ". (جامع ترمذی، ج: ۲، رقم الحدیث:۲۸۹)

(حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بڑی آزمائش کی جزا بھی بڑی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو جن لوگوں سے محبت ہو وہ انہیں آزماتا ہے۔ جو شخص اس آزمائش پر راضی ہو، اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتا ہے۔ جو شخص اس آزمائش پر ناخوش ہو، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ناخوش ہو جاتا ہے)

(۲)۔ عَنْ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهُ، وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ آدَمَ، تَرْكُهُ اسْتِخَارَةَ اللّٰهِ، وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ آدَمَ، سَخَطُهُ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهُ". (جامع ترمذی، ج:۲، رقم الحدیث:۲۵)

(حضرت سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدم کی اولاد کی سعادت (خوش قسمتی) اسی میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہے۔ اس کی بدبختی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے خیر طلب نہ کرے اور اس کی قضا پر ناراضگی کا اظہار کرے)

(۳)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "انْظُرُوا إِلَى مَنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوا إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَهُوَ أَجْدَرُ أَنْ لَا تَزْدَرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ". (صحیح مسلم، ج:۳، رقم الحدیث:۲۹۲۹)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس آدمی کی طرف دیکھو کہ جو تم سے درجہ میں کم ہے۔ اس آدمی کی طرف نہ دیکھو کہ جو درجہ میں تم سے بلند ہو، تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو حقیر نہ سمجھنے لگ جاؤ)

(۴)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا، يَرْفَعُهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَاتٍ، وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا، يَهْوِي بِهَا فِي جَهَنَّمَ". (صحیح بخاری، ج:۳، رقم الحدیث:۱۴۲۵)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بعض اوقات بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی بات کرتا ہے اور اس کی پروا نہیں کرتا، لیکن اس کے سبب سے اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند کرتا ہے۔ اسی طرح بعض اوقات بندہ اللہ تعالیٰ کو

ناراض کرنے والی بات بولتا ہے اور اس کی پرواہ نہیں کرتا، لیکن اس کے سبب سے وہ جہنم میں گر جاتا ہے)

(۵)۔ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ: "يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ"، فَيَقُولُونَ: لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ، فَيَقُولُ: "هَلْ رَضِيتُمْ"، فَيَقُولُونَ: وَمَا لَنَا لَا نَرْضٰى، وَقَدْ أَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، فَيَقُولُ: "أَنَا أُعْطِيكُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ"، قَالُوا: يَا رَبِّ، وَأَيُّ شَيْءٍ أَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ، فَيَقُولُ: "أُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِي فَلَا أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهُ أَبَدًا"۔ (صحیح بخاری، ج:۳، رقم الحدیث:۱۴۹۶)

(حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے جنت والو! وہ لوگ عرض کریں گے: اے پروردگار لبیک وسعدیک! (ہم حاضر ہیں تمہاری مہربانی کے لیے) پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم لوگ خوش ہو؟ وہ لوگ کہیں گے ہم کیوں نہ راضی ہوں کہ جب تو نے وہ چیز عطا کی ہے جو اپنے مخلوق میں سے کسی کو نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تمہیں اس سے بہتر چیز عطا کروں گا؟ وہ لوگ پوچھیں گے: اے ہمارے رب! اس سے بہتر کیا چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تم پر اپنی رضا نازل کروں گا۔ اس کے بعد میں تم پر کبھی ناراض نہ ہوں گا)

(۶)۔ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "ذَاقَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا"۔ (صحیح مسلم، ج:۱، رقم الحدیث:۱۵۴)

(حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رسول ہونے پر راضی ہوا، اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا)

(۷)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا حُضِرَ الْمُؤْمِنُ أَتَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ بِحَرِيرَةٍ بَيْضَاءَ، فَيَقُولُونَ: اخْرُجِي رَاضِيَةً مَرْضِيًّا عَنْكِ إِلَى رَوْحِ

اللّٰهِ وَرَيْحَانٍ وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ، فَتَخْرُجُ كَأَطْيَبِ رِيحِ الْمِسْكِ حَتَّى أَنَّهُ لَيُنَاوِلُهُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا حَتَّى يَأْتُونَ بِهِ بَابَ السَّمَاءِ، فَيَقُولُونَ: مَا أَطْيَبَ هَذِهِ الرِّيحَ الَّتِي جَاءَتْكُمْ مِنَ الْأَرْضِ، فَيَأْتُونَ بِهِ أَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِينَ فَلَهُمْ أَشَدُّ فَرَحًا بِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ بِغَائِبِهِ يَقْدَمُ عَلَيْهِ، فَيَسْأَلُونَهُ مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ؟ مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ؟ فَيَقُولُونَ: دَعُوهُ فَإِنَّهُ كَانَ فِي غَمِّ الدُّنْيَا، فَإِذَا قَالَ: أَمَا أَتَاكُمْ؟ قَالُوا: ذُهِبَ بِهِ إِلَى أُمِّهِ الْهَاوِيَةِ، وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا احْتُضِرَ أَتَتْهُ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ بِمِسْحٍ فَيَقُولُونَ: اخْرُجِي سَاخِطَةً مَسْخُوطًا عَلَيْكِ إِلَى عَذَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَتَخْرُجُ كَأَنْتَنِ رِيحِ جِيفَةٍ حَتَّى يَأْتُونَ بِهِ بَابَ الْأَرْضِ فَيَقُولُونَ: مَا أَنْتَنَ هَذِهِ الرِّيحَ حَتَّى يَأْتُونَ بِهِ أَرْوَاحَ الْكُفَّارِ". (سنن نسائی، ج: ۱، رقم الحدیث: ۱۸۳۸)

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس وقت کوئی مومن بندہ مرنے کے قریب ہوتا ہے تو رحمت کے فرشتے سفید ریشمی کپڑا لے کر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نکل جاؤ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی جانب اور اس کے رزق کی جانب اور اپنے پروردگار کی جانب جو کہ غصے میں نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ سے رضامند ہے اور اللہ تعالیٰ تجھ سے رضامند ہے۔ پھر وہ روح اس طرح نکل جاتی ہے جس طریقہ سے عمدہ خوشبودار مشک۔

فرشتے اس روح کو اس وقت اٹھاتے ہیں اور آسمان کے دروازے پر لے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کیا ہی پاکیزہ خوشبو ہے جو کہ زمین سے آئی ہے۔ پھر اسے ایمان والوں کی روحوں کے پاس لاتے ہیں اور وہ روح اس سے بھی زیادہ خوش ہوتی ہے جتنا کہ تم کسی بچھڑے ہوئے شخص کے آنے سے خوش ہوتے ہو۔ اس روح سے دوسری روحیں دریافت کرتی ہیں کہ فلاں آدمی اب کس طرح کے کام میں مشغول ہے؟ فلاں آدمی اب کس طرح کے کام میں مشغول ہے؟ پھر وہ روحیں کہتی ہیں کہ تم ابھی اس کو چھوڑ دو۔ یہ دنیا کے غم میں مبتلا تھا۔ یہ روح کہتی ہے کیا وہ شخص تم لوگوں کے پاس نہیں پہنچا؟ وہ تو مر چکا تھا۔ تو اس پر وہ روحیں کہتی ہیں وہ شخص تو جہنم میں گیا ہوگا۔

جس وقت کافر کی موت آتی ہے تو عذاب کے فرشتے ایک ٹکڑا کاٹ کر لے کر آتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ تو نکل کر باہر آجا، اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرف۔ تو اللہ تعالیٰ سے ناراض ہے اور تجھ سے اللہ تعالیٰ

ناراض ہے۔ پھر وہ روح نکلتی ہے اس طرح سے کہ جس طرح سڑے ہوئے مردار کی بدبو ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ زمین کے دروازے پر اس کو لاتے ہیں اور کہتے ہیں کیسی بو ہے؟ پھر اس کو کافروں کی روحوں میں لے جاتے ہیں)

۴۔ رضا کی اقسام

اللہ سبحان وتعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں ارشادفرمایا ہے:

رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ. (سورۃ التوبہ، آیت:۱۰۰)

(اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے)

قرآن پاک کی اس آیت پر غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رضا کی دو قسمیں ہیں:

(۱)۔ خدا کا بندے سے راضی ہونا

حضرت علی بن عثمان ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ خدا کا بندے سے راضی ہونا یہ ہے کہ وہ بندے کے اچھے اعمال پر اجر کے طور پر اُسے عزت عطا فرماتا ہے۔ پس خدا کی رضا سے مراد بندے پر خدا کا کرم ہے۔ جیسا کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ قَالَ: "مَنْ عَادٰى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ، وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ، وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ". (صحیح بخاری، ج:۳، رقم الحدیث:۱۴۴۹)

(حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی، اس کے خلاف میرا اعلان جنگ ہے۔ میرا بندہ جن عبادتوں سے میرا قرب حاصل کرتا ہے، ان میں فرائض مجھے سب سے زیادہ پسند ہیں۔ میرا بندہ فرض ادا کرنے کے بعد نفل عبادتیں کر کے مجھ سے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔ پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگ

جاتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اس کا پاؤں بن جاتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں۔ اگر وہ کسی (دشمن یا شیطان) سے میری پناہ کا طالب ہوتا ہے، تو میں اسے محفوظ رکھتا ہوں اور میں جو کام کرنا چاہتا ہوں اس میں مجھے اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا کہ مجھے اپنے مومن بندے کی جان نکالنے میں ہوتا ہے۔ وہ تو موت کو بوجہ تکلیف جسمانی کے پسند نہیں کرتا اور مجھ کو بھی اسے تکلیف دینا برا لگتا ہے)

(۲)۔ بندے کا خدا سے راضی ہونا

بندے کی رضا سے مراد ہے کہ بندہ اللہ پاک کے حکم پر خوشی سے عمل کرے۔ انسان کی نظر اللہ تعالیٰ کے اختیار پر ہو کیونکہ بندہ جانتا ہے کہ اس کا رب اس کے لیے بہترین چیز کا انتخاب کرتا ہے۔ وہ اس پر راضی ہو جاتا ہے۔ انسان کا نفس جب اللہ پاک سے راضی ہو جائے تو وہ خود کو اس کے سپرد کر دیتا ہے۔ اس کے حکم کی اطاعت کرتا ہے اور اس کے رب ہونے پر مطمئن اور اس کی قدرت پر مکمل اعتماد کرتا ہے۔ اللہ پاک کی تقدیر کے سامنے سر جھکا دیتا ہے۔ خدا کی رضا مقدم (پہلے) ہے۔ عمل کی توفیق بھی وہی دیتا ہے۔ اس لیے اللہ پاک کی رضا پر وہی بندہ راضی ہے جو اس کی قضا (تقدیر) کو خوش دلی سے قبول کرے۔ خواہ عطا ہو یا آزمائش ہو۔ اللہ پاک کی تقدیر پر راضی رہنا، صوفیائے اکرامؒ اور عارفینؒ (اللہ تعالیٰ کی پہچان رکھنے والوں) کی صفت ہے۔

۵۔ رضا کے بارے میں اقوال

(۱)۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ اپنے ذاتی اختیار کا اٹھا دینا رضا ہے۔

(۲)۔ حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے گزرنے سے دل کو خوشی حاصل ہونا رضا ہے۔

(۳)۔ حضرت محاسبیؒ کا قول ہے کہ رضا محبت کا نتیجہ ہے کہ محبت کرنے والا (محب) اس پر راضی ہوتا ہے جو محبوب کرتا ہے۔

(۴)۔ حضرت یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں کہ بندہ رضا کے مقام کو تب پہنچتا ہے جب وہ چار اصولوں پر عمل پیرا ہو۔ وہ اصول درج ذیل ہیں:

(i)۔ انسان اللہ پاک کی بارگاہ میں عرض کرے کہ یا اللہ پاک اگر تو نے عطا کیا تو قبول کرلوں گا۔
(ii)۔ اگر تو نے روک لیا تب بھی راضی رہوں گا۔
(iii)۔ اگر تو نے اپنی بارگاہ سے دھتکار دیا، تب بھی تیری ہی عبادت کروں گا۔
(iv)۔ اگر تو نے اپنی بارگاہ میں بلا لیا تو حاضر ہو جاؤں گا۔

(۵)۔ حضرت رابعہ بصریؒ فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی مصیبت کو دیکھ کر دل کا ایسے ہی مطمئن ہونا جیسا کہ نعمت دیکھ کر ہوتا ہے، رضا کہلاتا ہے۔

(۶)۔ حضرت رویمؒ فرماتے ہیں: رضا یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر جہنم کو انسان کے دائیں ہاتھ پر رکھ دے تو وہ سوال نہ کرے کہ اسے پھیر کر بائیں ہاتھ پر کردے

(۷)۔ حضرت شیخ ابونجیب ضیاء الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ رضا اللہ پاک کی طرف سے آنے والی آزمائشوں سے لذت اٹھانا ہے۔

۸۔ رضائے الٰہی کے واقعات

نصیحت حاصل کرنے کے لیے اہل کے کچھ واقعات درج کیے جاتے ہیں:

(۱)۔ ایک دفعہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم کو بہت زیادہ غمگین دیکھا تو پوچھا: اے عدی رضی اللہ عنہ! کیا بات ہے؟ میں تجھے بہت زیادہ غمزدہ (غم میں) اور پریشان دیکھ رہا ہوں؟ حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میرے دو بیٹے قتل ہو گئے ہیں اور میری آنکھ ضائع ہوگئی ہے، اس لیے پریشان ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے عدی رضی اللہ عنہ جو اللہ پاک کی فیصلوں پر راضی ہو تو اسے آخرت میں اس کا اجر دیا جائے گا۔ جو اللہ پاک کے فیصلوں پر راضی نہ ہو اس پر اللہ تعالیٰ کے فیصلے جاری ہوں گے البتہ اسے آخرت میں کوئی اجر نہیں دیا جائے گا۔ (تفسیر الدر المنثور از امام جلال الدین سیوطیؒ بحوالہ سورۃ البقرہ، آیت:۲۰۷)

(۲)۔ حضرت عتبہ الغلامؒ ایک دفعہ ساری رات صبح تک کھڑے رہے اور یہی کہتے رہے کہ اے اللہ! اگر تو مجھے عذاب دے تو بھی میں تجھے دوست رکھتا ہوں اور اگر تو مجھے بخش دے، تب بھی میں تجھے دوست رکھتا ہوں۔

(۳)۔ حضرت ابوعثمان حیریؒ فرماتے ہیں کہ چالیس سال کا عرصہ گذرا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جس مقام پر فائز کیا ہے، میں نے اس پر اظہار ناپسندیدگی نہیں کیا اور جب وہاں سے کسی اور مقام کی طرف منتقل کیا ہے تو بھی مجھے ملال نہیں ہوا۔

(۴)۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کپڑے کے بڑے سوداگر تھے۔ ایک دفعہ آپؒ کے ملازم نے بتایا کہ آپؒ کے تجارتی سامان کو لانے والا جہاز سمندر میں ڈوب گیا ہے، جس سے کروڑوں کا نقصان ہونے کا خدشہ ہے۔ امام ابوحنیفہؒ چند سیکنڈ خاموش رہے، پھر کہا کہ اللہ پاک کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔

کچھ عرصہ بعد خبر آئی جو جہاز ڈوبا تھا وہ امام ابوحنیفہؒ کا نہیں بلکہ دوسرے سوداگر کا تھا۔ امام ابوحنیفہؒ کا جہاز ساحل پر لگ گیا ہے اور بہت نفع ہوا ہے۔ ملازم نے خوشی خوشی اطلاع دی۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا: یا اللہ تعالیٰ تیرا شکر ہے اور میں ہر حال میں تیرے فیصلوں سے خوش اور راضی ہوں۔

ملازم نے پوچھا، جہاز ڈوبنے کی خبر پر شکر کرنے کا کیا مطلب ہے؟ امام اعظمؒ نے فرمایا: میں نے دونوں دفعہ دل میں دیکھا، معلوم ہوا کہ دل پر خوشی یا ناخوشی کا اثر نہیں ہوا۔ دل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا مال تھا اس نے لے لیا۔ دوسری مرتبہ جب جہاز کے ساحل پر لگ جانے اور نفع کی خبر ملی، تو بھی دل نے کہا اللہ تعالیٰ کا مال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو نقصان ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو نفع ہو گیا۔ میں نے اس بات پر شکر کیا کہ دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور لینے والا بھی۔ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ راضی ہوں۔ اس لیے دونوں مرتبہ میں نے شکر ادا کیا ہے۔

(۵)۔ حضرت ذولنون مصریؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت کیا حال ہے؟ آپؒ نے فرمایا: بڑے مزے میں ہوں۔ اس شخص کے مزے کا کیا پوچھتے ہو کہ کائنات میں کوئی واقعہ اس کی مرضی کے خلاف نہیں ہوتا۔ بلکہ جو واقعہ بھی پیش آتا ہے وہ اس کی مرضی کے عین مطابق ہوتا ہے۔ لہٰذا دنیا کے سارے کام میری مرضی کے مطابق ہو رہے ہیں۔ سوال کرنے والے نے پوچھا کہ حضرتؒ یہ بات تو کبھی کسی کو پیش نہیں آئی کہ دنیا کے تمام امور اس کی مرضی کے مطابق ہو جائیں۔ آپؒ کو یہ مقام کیسے حاصل ہو گیا؟

حضرت ذوالنون مصریؒ نے جواب دیا کہ میں نے اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کی مرضی میں فنا کر دیا ہے۔ جو اللہ پاک کی مرضی ہوتی ہے، وہی میری مرضی ہوتی ہے۔ دنیا کے سارے کام اللہ تعالیٰ کی مرضی سے

ہوتے ہیں اور میری بھی وہی مرضی ہوتی ہے۔ جب سارے کام میری مرضی سے ہو رہے ہیں تو میرے مزے کا کیا پوچھنا۔ پریشانی تو میرے پاس بھی نہیں پھٹکتی۔ پریشانی تو اس شخص کو ہو، جس کی مرضی کے خلاف کام ہوتے ہوں۔

(۶)۔ حضرت عمران بن حصینؓ کو ایک مرض لاحق ہو گیا۔ وہ ایک لمبے عرصے تک بیماری میں مبتلا رہے۔ ان کی یہ حالت تھی کہ نہ اٹھ سکتے تھے نہ ہی بیٹھ سکتے تھے۔ ان کی چارپائی کی رسیوں کو کاٹ کر ان کی قضائے حاجت کا انتظام کیا گیا تھا۔ آپؓ کے چھوٹے بھائی ملاقات کے لیے آئے تو آپؓ کی یہ حالت دیکھ کر رونے لگے۔

حضرت عمران بن حصینؓ نے اپنے بھائی سے پوچھا کہ روتے کیوں ہو؟ بھائی نے جواب دیا کہ میں آپؓ کو اس شدید تکلیف کی حالت میں دیکھ کر رو پڑا۔ آپؓ نے فرمایا کہ میں اپنے خدا سے ہر حال میں راضی ہوں، خواہ وہ مجھے کسی بھی حال میں رکھے۔ میں نے اپنی رضا کو اللہ پاک کی رضا میں فنا کر دیا ہے اور ہاں سن! فرشتے میری ملاقات کو آتے ہیں۔ میں ان سے محبت کرتا ہوں۔ وہ مجھ کو سلام کہتے ہیں، میں ان کا سلام سنتا ہوں۔

(۷)۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ایک غلام نے بادشاہ کی نافرمانی کی اور بھاگ گیا۔ جب بادشاہ کے حکم سے اس کو پکڑ کر لایا گیا تو بادشاہ نے اس کو قتل کر دینے کا حکم دیا۔ جونہی جلاد نے قتل کرنے کے لیے تلوار نکالی تو غلام نے بادشاہ کے لیے دعا کرنی شروع کر دی کہ اے خدا پاک اس بادشاہ کے ہاتھوں مجھے ہزاروں نعمتیں ملی ہیں اگر آج اس نے میرے قتل کا حکم دیا ہے تو میں اس کو اپنا خون معاف کرتا ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن میرے خون کے بدلے میں یہ پکڑا جائے اور اس کے دشمن خوش ہوتے پھریں۔ بادشاہ نے غلام کے منہ سے یہ دعا سنی تو اس کا غصہ جاتا رہا۔ قتل کا حکم واپس لے لیا اور اٹھ کر غلام کی پیشانی چومنے لگا اور اس کو انعام و اکرام سے نوازا۔

٦

مقام توکل

ا۔ توکل کا مفہوم

(ا)۔ توکل کے لغوی معنی کسی پر بھروسہ کرنے کے ہیں۔ اسلام کی اصطلاح میں اس کا مطلب اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا، اسے اپنا مددگار اور وکیل بنانا اور ہر معاملے میں نتیجے کی امید اسی سے کرنا شامل ہیں۔لیکن اس توکل کا مطلب اسباب (سبب) کے بغیر کوئی کام کرنا، مادی وسائل کی نفی کرنا اور تدبیر سے گریز کرنا ہر گز نہیں۔اسی طرح اس توکل کا مطلب اپنی تدبیر ہی کو سب کچھ سمجھنا، محض اسباب پر تکیہ کر لینا بھی نہیں۔

(۲)۔ عام طور پر توکل کے بارے میں ایک غلط فہمی یہ پائی جاتی ہے کہ تدبیر سے گریز کو توکل سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت تدبیر اور اسباب کے استعمال کا سبق دیتی ہے۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کے وقت مدینے کی مخالف سمت نکلنا، معاملہ خفیہ رکھنا، ایک راہ دکھانے والے سے مدد لینا، غارِ ثور میں پناہ لینا وغیرہ سب تدابیر تھیں۔ اسی طرح غزوہ بدر میں میدان کا انتخاب، غزوہ احد میں مدینے سے باہر نکلنا، غزوہ احزاب (خندق) میں خندقیں کھودنا وغیرہ وہ سب وسائل تھے جو جنگ جیتنے کے لیے لازمی سمجھے گئے اور آپ ﷺ نے استعمال کیے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کیا اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا بغیر باندھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی اونٹنی کو باندھو اور اللہ پاک پر بھروسہ کرو۔ (جامع ترمذی، ج:۲، رقم الحدیث:۲۵۱۷)

(۳)۔ دین کے نقطۂ نظر سے اگر کوئی شخص کسی غار میں بیٹھ جائے، جہاں آدم ہو نہ آدم زاد۔ گھاس تک نہ ہو، چٹیل میدان ہو اور پھر کہے کہ میں توکل کر کے اس غار میں بیٹھ گیا ہوں، ایسا توکل بالکل حرام ہے۔

۲۔ توکل قرآن مجید کی روشنی میں

توکل اللہ تعالیٰ کی طرف چلنے والوں کی ایک منزل اور توحید پر ایمان لانے والوں کا ایک مقام اور اہل یقین کا ایک درجہ ہے جس کا اللہ پاک نے اپنی پاک کتاب میں بار بار ذکر فرمایا ہے۔ ان میں سے کچھ آیت مندرجہ ذیل ہیں:

(ا)۔ عَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ. (سورۃ آل عمران، آیت: ۱۲۲، ۱۶۰؛ سورۃ المائدہ، آیت: ۱۱؛ سورۃ التوبہ، آیت: ۵۱؛ سورۃ ابراہیم، آیت: ۱۱؛ سورۃ المجادلہ، آیت: ۱۰؛ سورۃ التغابن، آیت: ۱۳)

(مومنوں کو اللہ پاک پر بھروسہ کرنا چاہیے)

(۲)۔ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا. (سورۃ النسا، آیت:۸۱)

(اللہ پاک پر بھروسہ رکھو، وہی بھروسہ کے لیے کافی ہے)

(۳)۔ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ. (سورۃ المائدہ، آیت: ۲۳)

(اللہ پاک پر بھروسہ رکھو اگر تم مومن ہو)

(۴)۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ڶ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ. (سورۃ التوبہ، آیت:۱۲۹)

(کہہ دیجیے مجھے اللہ پاک ہی کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہی عرش عظیم کا رب ہے)

(۵)۔ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ. (سورۃ آلِ عمران، آیت:۱۵۹)

(پس اللہ پاک پر توکل کرو۔ اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے)

۳۔ توکل احادیث کی روشنی میں

احادیث مبارکہ میں توکل کی اہمیت کو کچھ یوں بیان کیا گیا ہے:

(۱)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتَهَجَّدُ، قَالَ: "اللَّهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ، فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، أَوْ لَا إِلَهَ غَيْرُكَ". (صحیح بخاری، ج:۱، رقم الحدیث:۱۰۷۲)

(حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رات کو تہجد کی نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ دعا فرماتے:

"اللَّهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ، فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، أَنْتَ

الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَوْلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ".

(اے میرے پروردگار! میں نے اپنی گردن تیرے لیے جھکا دی اور میں تجھ پر ایمان لایا تجھی پر میں نے بھروسہ کیا۔ تیری طرف میں متوجہ ہوا۔ تیری ہی مدد سے میں نے جھگڑا کیا اور تیری ہی طرف میں نے اپنا مقدمہ پیش کیا۔ میرے اگلے پچھلے اور ظاہری اور چھپے ہوئے گناہوں کو بخش دے۔ تو ہی آگے اور پیچھے کرنے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور تیرا کوئی شریک نہیں)

(۲)۔ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ، فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ، وَقُلْ: "اللّٰهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَهْبَةً وَرَغْبَةً إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَى مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ". (سنن ابوداود، ج:۳، رقم الحدیث: ۱۶۳۸)

(حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: جب تو اپنے بستر پر آئے تو وضو کر لے اور پھر اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جا اور کہہ

اللّٰهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ رَهْبَةً وَرَغْبَةً إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَى مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ

(اے میرے پروردگار! میں نے خود کو تیرے سپرد کر دیا اور اپنے تمام امور تیری طرف تفویض کر دیے اور اپنی پشت تیری طرف کر دی۔ رغبت اور رہبت میں تیرے علاوہ کوئی ٹھکانہ نہیں، تجھ سے بچ کر کہیں جائے اماں نہیں، جو کتاب تو نے نازل کی، اس پر ایمان لایا۔ جو نبی علیہم السلام تو نے بھیجے ان پر ایمان لایا)

(۳)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قَالَ يَعْنِي إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ: "بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ"، يُقَالُ لَهُ كُفِيتَ وَوُقِيتَ وَتَنَحَّى عَنْهُ الشَّيْطَانُ". (جامع ترمذی، ج:۲، رقم الحدیث: ۱۳۷۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص گھر سے

نکلتے ہوئے یہ کلمات کہے:

بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ إِلَّا بِاللّٰہِ

(اللہ پاک کے نام سے، میں نے اس پر بھروسہ کیا، گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی قوت صرف اللہ پاک ہی کی طرف سے ہے)

اس سے کہا جائے گا کہ تمہاری کفایت کردی گئی، اور تم (دشمن کے شر سے) بچا لیے گئے اور شیطان تم سے دور ہو گیا۔

(۴)۔ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "لَوْ أَنَّکُمْ تَوَکَّلْتُمْ عَلَی اللّٰہِ حَقَّ تَوَکُّلِہِ، لَرَزَقَکُمْ کَمَا یَرْزُقُ الطَّیْرَ، تَغْدُو خِمَاصًا وَتَرُوحُ بِطَانًا". (سنن ابن ماجہ، ج: ۳، رقم الحدیث: ۱۰۴۴)

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم اللہ پاک پر ایسا توکل کرو جیسا کہ ہونا چاہیے، تو وہ تم کو اس طرح سے روزی دے گا جیسے پرندوں کو دیتا ہے۔ صبح کو وہ بھوکے اٹھتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے ہوئے آتے ہیں)

(۵)۔ عَنْ أَبِي ھُرَیْرَۃَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللّٰہَ یَقُولُ: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَہُ إِذَا دَعَانِي". (جامع ترمذی، ج: ۲، رقم الحدیث: ۲۷۷)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرمایا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوتا ہوں اور جب وہ مجھے پکارتا ہے، تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں)

(۶)۔ عَنْ أَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "لَیْسَ الزَّھَادَۃُ فِي الدُّنْیَا بِتَحْرِیمِ الْحَلَالِ، وَلَا فِي إِضَاعَۃِ الْمَالِ، وَلَکِنِ الزَّھَادَۃُ فِي الدُّنْیَا أَنْ لَا تَکُونَ بِمَا فِي یَدَیْکَ أَوْثَقَ مِنْکَ بِمَا فِي یَدِ اللّٰہِ". (سنن ابن ماجہ، ج: ۳، رقم الحدیث: ۹۸۰)

(حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا کا زہد یہ نہیں کہ آدمی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کر لے اور نہ یہ ہے کہ اپنا مال تباہ کر دے۔ بلکہ زہد اور درویشی یہ ہے کہ آدمی کو اس مال پر جو اس کے ہاتھ میں ہے اس سے زیادہ بھروسہ نہ ہو جتنا اس مال پر ہے جو اللہ

پاک کے ہاتھ میں ہے)

(۷)۔ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ رَأْسَ الدَّجَّالِ مِنْ وَرَائِهِ حُبُكٌ حُبُكٌ فَمَنْ قَالَ أَنْتَ رَبِّي افْتُتِنَ وَمَنْ قَالَ كَذَبْتَ رَبِّي اللّٰهُ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ فَلَا يَضُرُّهُ أَوْ قَالَ فَلَا فِتْنَةَ عَلَيْهِ". (مسند احمد، ج:۶، رقم الحدیث:۲۰۷۶)

(حضرت ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دجال کا سر پیچھے سے ایسا محسوس ہوگا کہ اس میں راستے بنے ہوئے ہیں۔ جو اسے اپنا رب مان لے گا وہ فتنے میں مبتلا ہوجائے گا اور جو اس کو جھوٹا کہے گا کہ میرا اللہ پاک میرا رب ہے اور میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں، تو وہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا)

۴۔ توکل کے درجات

توکل کے تین درجے ہیں:

(۱)۔ توکل کا پہلا درجہ یہ ہے کہ بندہ کا توکل اپنے پروردگار پر ایسا ہو جیسا کہ موکل کا اپنے وکیل پر ہوتا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس کام کو خود نہیں سمجھ سکتے اس کو دوسروں کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا توکل کا پہلا درجہ یہی ہے کہ ضروری تدبیر کر کے نتیجہ دل سے اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا جائے کہ وہی جانتا ہے کہ کس چیز میں ہماری خیر ہے۔ یہ عام لوگوں کا توکل ہے۔

(۲)۔ توکل کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ متوکل (توکل کرنے والے) کا حال اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا ہو جیسے بچے کا اپنی ماں کے ساتھ ہوتا ہے۔ بچہ اپنی ماں کے علاوہ کسی کو جانتا یا پہچانتا نہیں۔ اس کے سوا کسی سے فریاد نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ کسی پر اعتماد نہیں کرتا۔ جب بھی اپنی ماں کو دیکھتا ہے تو اس کے بدن سے لپٹ جاتا ہے۔ ماں اسے مارتی بھی ہے تو اسی کے دامن میں پناہ لینے کی کوشش کرتا ہے۔

(۳)۔ توکل کا تیسرا اور سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ متوکل (توکل کرنے والا) اپنی حرکات وسکنات میں اللہ پاک کے سامنے ایسا ہو جیسے مردہ غسل دینے والے کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ یعنی اپنے نفس کو مردہ تصور کرلے، جس طرح غسل دینے والے کا ہاتھ مردے کو حرکت دیتا ہے، اسی طرح متوکل (توکل کرنے والے) کو پکا یقین ہوتا ہے کہ حرکت، قدرت، ارادہ، علم اور تمام صفات کا سر چشمہ صرف اور صرف اللہ

پاک کی ذات ہے۔ یہ آخری اور انتہائی درجے کا توکل ہے۔ اسے خاص الخواص کا توکل بھی کہتے ہیں۔

۵۔ توکل سے متعلق غلط تصورات

اللہ تعالیٰ پر توکل سے متعلق مسلمانوں میں بہت زیادہ غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ ان غلط تصورات کا جائزہ لینا اور سمجھنا ضروری ہے ورنہ اس کے نتائج دنیا اور آخرت میں منفی نکل سکتے ہیں۔

(۱)۔ مادی وسائل کے استعمال سے گریز: عام طور پر توکل کا مطلب تدبیر، اسباب اور مادی وسائل کا انکار سمجھا جاتا ہے۔ مادی وسائل کو ساتھ لینا توکل کے مخالف سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ اسباب کو اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں۔ مثال کے طور پر

(i)۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بعض لوگ حج کرتے تھے مگر سفر کا خرچ ساتھ نہ رکھتے تھے۔ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یمن کے لوگ حج کرتے تھے اور سامان سفر ساتھ نہ رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم تو توکل کرنے والے ہیں تب اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى. (سورۃ البقرہ، آیت: ۱۹۷)

(سامان سفر ساتھ لو اور سب سے بہتر سامان سفر پرہیز گاری ہے)

(ii)۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: کیا اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا بغیر باندھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اِعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ". (جامع ترمذی، ج:۲، رقم الحدیث: ۴۱۷)

(اپنی اونٹنی کو باندھو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو)

(۲)۔ تدبیر سے گریز: کچھ لوگ تدبیر سے گریز کو توکل سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ مالک ہے جبکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت تدبیر اور اسباب کے استعمال کا سبق دیتی ہے۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کے وقت مدینے کی مخالف سمت نکلنا، معاملہ خفیہ رکھنا، ایک راہ دکھانے والے سے مدد لینا، غار ثور میں پناہ لینا وغیرہ سب تدابیر تھیں۔ اسی طرح غزوہ بدر میں میدان کا انتخاب، غزوہ احد میں مدینہ منورہ سے باہر نکلنا، غزوہ احزاب میں خندقیں کھودنا وغیرہ، وہ سب تدابیر تھیں جو جنگ جیتنے کے لیے لازمی سمجھی گئیں۔

(۳)۔ ممکن و ناممکن کی تفریق: کچھ گروہ کسی ناممکن مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے اور اس کو توکل

سمجھتے ہیں۔ جیسے کچھ جماعتیں کسی منصوبہ بندی کے بغیر پوری دنیا پر اسلامی حکومت نافذ کرنے کے خواب دیکھتی ہیں۔

(۴)۔ بے پروائی، سستی اور کاہلی کو توکل سمجھنا: عام طور پر اللہ پاک کو خالق (پیدا کرنے والے)، مالک اور رازق (رزق دینے والے) سمجھتے ہوئے عملی کوشش کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ لوگ اس عمل کو توکل کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ توکل نہیں بلکہ انسان کی اپنی سستی، کاہلی اور بے عملی ہے۔ جبکہ توکل کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب بندے نے اپنے کرنے کا کام کر لیا ہو۔

۶۔ توکل کا طریقہ کار

توکل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل طریقہ کو ملحوظ رکھنا چاہیے:

(۱)۔ سب سے پہلے یہ جائزہ لینا چاہیے کہ کام جائز ہے یا ناجائز۔ ناجائز ہونے کی صورت میں کام کا ارادہ ترک کر دینا چاہیے۔ اسی طرح یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ کام ممکن ہے یا ناممکن۔

(۲)۔ کام جائز ہونے کی صورت میں ہمیں دیکھنا چاہیے کہ کام کا کتنا حصہ ہمارے اختیار میں ہے۔ جتنا حصہ ہمارے اختیار میں ہے اس کے متعلق تدبیر، مشاورت، وسائل اور اسباب کو استعمال میں لانا چاہیے۔

(۳)۔ کام کا جو حصہ اختیار میں نہ ہو اس پر بہت زیادہ تشویش میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔

(۴)۔ اختیاری اور غیر اختیاری ہر معاملے میں اسباب، تدبیر اور وسائل استعمال کرتے ہوئے ان پر بھروسہ کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کو فیصلہ کرنے والا اور قادر سمجھنا چاہیے۔

(۵)۔ کامیابی کی صورت میں اللہ پاک کا شکر ادا کرنا چاہیے کیونکہ تدبیر، وسائل اور اسباب سب اسی کے ہیں۔

(۶)۔ ناکامی کی صورت میں صبر، استقامت سے کام لینا چاہیے۔

(۷)۔ آئندہ کے لیے لائحہ عمل طے کر کے ایک نئے اعتماد کے ساتھ دوبارہ سفر کا آغاز کرنا چاہیے۔

(۸)۔ اگر معاملہ اسباب اور تدبیر کا ہو تو پہلے تمام ممکنہ اسباب مہیّا کرنے اور تدبیر اختیار کرنے کے بعد اللہ پاک پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

(۹)۔ ہر حال میں شیطان کی وسوسہ اندازی سے ہوشیار رہنا چاہیے کیونکہ وہ انسان کو اللہ پاک سے بدگمان کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

(۱۰)۔ نتیجہ آنے تک دعا اور توکل جاری رکھنا چاہیے۔

۷۔ توکل کے بارے میں اقوال

توکل کے متعلق صوفیائے کرامؒ نے بہت خوبصورت اقوال کہے ہیں۔ جن میں سے کچھ یہ ہیں:

(۱)۔ حضرت جنید بغدادیؒ کے مطابق تمام حالات میں اللہ پاک پر اعتماد کرنا توکل ہے۔

(۲)۔ حضرت ابوعثمان حیریؒ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتے ہوئے اللہ پاک ہی کو کافی سمجھنا توکل ہے۔

(۳)۔ حضرت سہل بن عبداللہؒ کہتے ہیں: توکل کا پہلا مرتبہ یہ ہے کہ بندہ اس طرح اللہ تعالیٰ کے سامنے ہو، جس طرح غسل دینے والے کے سامنے مردہ ہوتا ہے کہ جس طرح چاہتا ہے اسے پلٹتا ہے، نہ وہ حرکت کر سکتا ہے نہ کوئی تدبیر۔

(۴)۔ حضرت ابوتراب نخشبیؒ بیان کرتے ہیں: توکل یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت پر مطمئن ہو۔ اگر اسے کوئی چیز مل جائے تو وہ اس کا شکریہ ادا کرے اور اگر کوئی چیز نہ ملے تو صبر کرے۔

(۵)۔ ایک شخص حضرت شبلیؒ کے پاس آیا اور زیادہ اولاد کا شکوہ کیا۔ آپؒ نے فرمایا گھر جاؤ اور جس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمے نہیں ہے اسے گھر سے نکال دو۔

(۶)۔ حضرت شبلیؒ نے فرمایا کہ توکل یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کے سامنے ایسا ہو جیسے کہ تو کبھی تھا ہی نہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے ایسا ہو جس طرح وہ ازل (پہلے دن) سے تھا۔

(۷)۔ حضرت ابوعبداللہ بن الجلاءؒ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک کے پاس پناہ لینا توکل ہے۔

۸۔ توکل کے نصیحت آموز واقعات

(۱)۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دودھ پیتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور اس کی ماں حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو مکہ مکرمہ کی غیر آباد سنسان وادی میں بیت اللہ شریف کے پاس ایک درخت کے نیچے چھوڑ کر اور ایک مشکیزہ پانی اور کچھ سامان دے کر واپس جانے لگے تو بے سہارا ہاجرہ علیہا السلام نے اپنے شوہر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا: اے ابراہیم علیہ السلام! آپ علیہ السلام ہمیں اس وادی میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں، جبکہ یہاں کوئی چیز ہے نہ انسان؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ مجھے آپ علیہا السلام کو یہاں بسانے کا اللہ پاک نے حکم دیا ہے۔ یہ سن کر حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے اللہ پاک پر توکل و بھروسہ کرتے ہوئے فرمایا: جب یہ بات ہے تو اللہ تعالیٰ ہم ماں بیٹے کو ہلاک و ضائع نہیں کرے گا۔ (صحیح بخاری، ج: ۲، رقم الحدیث: ۶۲۳)

(۲)۔ حضرت ازرق بن قیسؒ فرماتے ہیں کہ ہم اہواز (ایرانی شہر) میں ایک نہر کے کنارے تھے جو خشک پڑی تھی۔ پھر حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑے پر تشریف لائے اور نماز پڑھی اور گھوڑا (بغیر باندھے) چھوڑ دیا۔ گھوڑا بھاگنے لگا تو آپ رضی اللہ عنہ نے نماز توڑ دی اور اس کا پیچھا کیا۔ آخر اس کے قریب پہنچے اور پکڑ لیا۔ پھر واپس آ کر نماز ادا کی۔ وہاں ایک خارجی شخص تھا۔ وہ کہنے لگا کہ اس بوڑھے کو دیکھو اس نے گھوڑے کے لیے نماز توڑ ڈالی۔ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہو کر آئے اور کہا: جب سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا ہوا ہوں، کسی نے مجھ کو ملامت نہیں کی۔ میرا گھر یہاں سے دور ہے، اگر میں نماز پڑھتا رہتا اور گھوڑے کو بھاگنے دیتا تو اپنے گھر رات تک بھی نہ پہنچ پاتا۔ انہوں نے بیان کیا کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمیشہ آسان صورتوں کو اختیار کرتے دیکھا ہے۔ (صحیح بخاری، ج: ۳، رقم الحدیث: ۱۰۸۰)

(۳)۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک غلام خریدا۔ اس سے پوچھا کہ تم کو کس نام سے پکارتے ہیں؟ اس نے کہا کہ جس نام سے آپ پکاریں گے وہی۔ میں نے پوچھا کہ کس قسم کا کھانا کھاتے ہو؟ جواب دیا کہ جو آپ کھانے کے لیے دیں گے۔ پوچھا کہ کیسا لباس پہنتے ہو؟ جواب دیا جیسا آپ پہنائیں گے۔ پوچھا کیا کام کرتے ہو؟ جواب دیا کہ جو آپ حکم دیں گے۔ پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں غلام ہوں میرا چاہنا نہ چاہنا کیا؟ میں نے کہا کہ بندگی اس غلام سے سیکھنی چاہیے اور میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

(۴)۔ حضرت بایزید بسطامیؒ نے ایک امام کے پیچھے نماز پڑھی۔ امام نے نماز کے بعد کہا: اے شیخ! تم کوئی کاروبار نہیں کرتے تو کہاں سے کھاتے ہو؟ شیخ نے کہا کہ ٹھہر جا! میں پہلے نماز قضا کر لوں۔ امام نے پوچھا کہ کیوں؟ بایزیدؒ نے کہا کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز ادا کرنا جائز نہیں جو روزی دینے والے کو نہیں جانتا۔

(۵)۔ حضرت شقیق بلخیؒ نے حضرت ابراہیم بن ادہمؒ سے پوچھا کہ تمہاری گزر اوقات کیسے ہو رہی ہے؟ جواب دیا کہ اگر کچھ مل جاتا ہے تو شکر کرتا ہوں اور اگر نہ ملے تو صبر کرتا ہوں۔ حضرت شقیقؒ نے کہا کہ یہ تو بلخ کے کتے بھی کرتے ہیں۔ اگر مل جائے تو دم ہلاتے ہیں، اگر کچھ نہیں ملتا تو صبر کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے پوچھا کہ آپؒ کا کیا طریقہ ہے؟ فرمایا کہ اگر کچھ مل جائے تو ایثار کرتے ہیں۔ اگر کچھ نہیں ملتا تو شکر کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ اُٹھے اور ان کے سر پر بوسہ دیا۔

(۶)۔ دو بھوکے افراد حضرت رابعہ بصریؒ کے ہاں آئے۔ آپؒ کے پاس اس وقت صرف دو ہی روٹیاں تھیں۔

وہی ان کے سامنے رکھ دیں۔ اسی وقت ایک اور مانگنے والا آ گیا۔ آپؒ نے وہ دونوں روٹیاں اٹھا کر اس کو دے دیں۔ یہ دیکھ کر ان دونوں مہمانوں نے برا منایا۔ کچھ ہی دیر بعد ایک کنیز بہت سی گرم روٹیاں لیے ہوئے حاضر ہوئی اور کہا کہ یہ روٹیاں میری مالکہ نے بھجوائی ہیں اور جب آپؒ نے ان روٹیوں کو شمار کیا تو وہ گنتی میں اٹھارہ تھیں۔ یہ دیکھ کر حضرت رابعہ بصریؒ نے کنیز سے کہا کہ شاید تجھے غلط فہمی ہو گئی ہے کہ یہ روٹیاں ہمارے لیے نہیں، بلکہ کسی اور کے ہاں بھیجی گئی ہیں۔ کنیز واپس لوٹ گئی۔

جب واپس آئی تو بیس روٹیاں اس کے پاس تھیں۔ رابعہ بصریؒ نے روٹیاں شمار کیں اور پھر مہمانوں کے سامنے رکھ دیں۔ مہمان حیران ہوئے اور کھانے میں مصروف ہو گئے۔ کھانے کے بعد مہمانوں نے حضرت رابعہ بصریؒ سے اس واقعے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ جب میں نے سائل کو دو روٹیاں دیں تھیں تو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا کہ اے اللہ! تیرا وعدہ ایک کے بدلے دس دینے کا ہے اور مجھے تیری سچی بات پر پکا یقین ہے۔ میں نے تیری رضا کے لیے دو روٹیاں دی ہیں۔ اب مجھے بیس روٹیاں عطا کر۔ جب کنیز اٹھارہ روٹیاں لے کر آئی تو میں سمجھ گئی کہ اس میں اس سے غلطی ضرور ہوئی ہے۔

(۷)۔ حضرت شفیق بلخیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ بلخ میں سخت قحط پڑا جس سے سب لوگ سخت غمزدہ اور پریشان تھے۔ لیکن ایک غلام بازار میں بہت خوش اور ہنستا پھر رہا تھا۔ لوگوں نے اسے ملامت کرتے ہوئے کہا: تمہیں شرم نہیں آتی کہ ہر طرف لوگ بھوک سے مر رہے ہیں اور سخت غم میں ہیں اور تو خوشی مناتا اور ہنستا پھر رہا ہے۔ غلام نے جواب دیا کہ مجھے کوئی غم نہیں، اس لیے کہ میرا مالک ایک پورے گاؤں کا اکیلا مالک ہے۔ اس چیز نے میرے دل کو ہر قسم کی پریشانی سے آزاد کر دیا ہے اور میرے سب غم مٹا دیے ہیں۔

غلام کے اس جواب سے حضرت شفیق بلخیؒ کی گویا آنکھیں کھل گئیں اور تمام پردے دور ہو گئے۔ آپؒ سخت شرمندگی کے احساس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ پاک! یہ غلام اس شخص کا ہے جس کی ملکیت میں صرف ایک گاؤں ہے اور یہ اتنی خوشی منا رہا ہے اور ہم تجھ کو اپنا پروردگار کہتے ہیں اور اپنی روزی کے لیے اس درجہ فکرمند ہیں جس کا کوئی شمار نہیں۔ بس اس خیال کے بعد آپؒ ساری زندگی کبھی بھی اپنی روزی کے لیے پریشان نہیں ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ پر توکل کیا۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں تو اس غلام کا شاگرد ہوں۔ میں نے توکل میں سے جو کچھ پایا ہے، اسی کی وجہ سے پایا ہے۔

۷

مقامِ صدق

۱۔ صدق کا مفہوم

(۱)۔ صدق کے معنی گفتگو، کردار اور احوال (حال) میں سچائی کے ہیں۔ ہمیشہ سچ بولنے والے کو صادق (سچا) کہتے ہیں۔ صدیق کا لفظ اسی سے مبالغہ کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے بہت زیادہ سچ بولنے والا یعنی جس میں سچائی غالب ہو۔ جو آدمی اپنے نفس کے ساتھ یا دوسروں کے ساتھ دھوکا کرتا ہے وہ صادق نہیں ہوسکتا۔

(۲)۔ صدق ایک ایسی بنیادی صفت ہے جس کے بغیر صحت منداور اخلاق والی معاشرت کا قیام ناممکن ہے۔ صدق پر قائم معاشرہ ہی وہ معاشرہ ہے جس کا تنا مضبوط اور جڑیں گہری ہوتی ہیں۔ انسان کی زبان، دل اور عمل میں اگر صدق کا عنصر موجود ہے تو انسانی شخصیت عظمت سے ہمکنار ہوسکتی ہے۔

(۳)۔ جس عبادت کا ارادہ ہو اس میں کمال کا درجہ اختیار کرنا صدق ہے۔ مثلاً نماز کو اس طرح پڑھنا جس کو شریعت نے صلوٰۃ کاملہ (کامل نماز) کہا ہے یعنی ظاہری اور باطنی آداب کے ساتھ ادا کرنا صدق ہے۔ تمام طاعات میں جو درجہ کمال کا شریعت نے بتایا ہے، اس کا اختیار کرنا صدق ہے۔

(۴)۔ توریہ کرنا یعنی ایسی بات کرنا جس کے دو یا دو سے زیادہ معنی ہوں (کہنے والا کا مقصد وہ نہ ہو جو ظاہری الفاظ سے ظاہر ہوتا ہو، بلکہ اصل معنی چھپا ہوا ہو، جو کہ سننے والا آسانی سے نہ سمجھ سکتا ہو) توریہ کرنا کہلاتا ہے۔ توریہ کرنا صدق کے خلاف نہیں ہے لیکن توریہ کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ دو شرائط کو سامنے رکھے:

(i)۔ ایسی بات میں استعمال کیے گئے الفاظ میں دوسرے معانی ممکن ہوں۔

(ii)۔ وہ بات ظلم یا کسی گناہ کے لیے نہ ہو۔

اس کی مثال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وہ بات ہے، جو آپ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے دوران فرمائی تھی۔ جب راستے میں لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھتے کہ تمہارے ساتھ یہ شخص (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کون ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ انہیں بتاتے کہ هٰذَا هَادٍ يَهْدِي السَّبِيلَ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج:۹، رقم الحدیث:۱۵۲۸)۔ (یہ راہنما ہیں، مجھے راستہ دکھا رہے ہیں)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو فرما رہے تھے وہ بالکل سچ تھا۔ لیکن سننے والے کو یہی سمجھ آتا کہ یہ کوئی مقامی راستے جاننے والا رہنما ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس بات سے مراد یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی جنت کی طرف رہنمائی کرنے والے ہیں۔

۲۔ صدق قرآن مجید کی روشنی میں

اللہ پاک نے اپنی پاک کتاب قرآن کریم میں بار بار صدق کا حکم دیا ہے۔سچائی سے کام لینے والوں کے آخرت میں بلند درجات کا ذکر فرمایا ہے۔ان بہت سی آیات میں سے کچھ یہ ہیں:

(۱)۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ. (سورۃ التوبہ،آیت:۱۱۹)

(اے ایمان والو! اللہ پاک سے ڈرتے رہو اور سچ بولنے والوں کے ساتھ رہو)۔

(۲)۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ. (سورۃ الحجرات،آیت:۱۵)

(حقیقت میں تو مومن وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر انہوں نے کوئی شک نہ کیا اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ پاک کی راہ میں جہاد کیا، وہی سچے لوگ ہیں)

(۳)۔ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى. (سورۃ اللیل،آیت:۵-۷)

(تو جس نے دیا اور پرہیزگاری کی اور نیک بات کو سچ جانا۔تو ہم اس کے لیے جنت کی راہیں آسان کر دیں گے)

(۴)۔ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. (سورۃ المائدہ، آیت:۱۱۹)

(اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ وہ دن ہے جس میں سچ بولنے والوں کو ان کا سچ نفع دے گا۔ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ان میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔ان سے اللہ پاک راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے یہی بڑی کامیابی ہے)

(۵)۔ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ. (سورۃ البقرہ،آیت:۱۷۷)

(نیکی صرف مشرق اور مغرب کی طرف منہ کرنے ہی میں نہیں۔ حقیقی نیکی اس شخص کی (نیکی) ہے جو اللہ تعالیٰ، قیامت کے دن، فرشتوں، کتاب اللہ اور نبیوں پر ایمان لاتا ہے۔ جو لوگ مال کے محبوب ہونے کے باوجود رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سوال کرنے والوں کو دیں۔ غلاموں کو آزاد کریں، نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، اپنے وعدے پورے کریں۔ تنگ دستی اور لڑائی کے وقت صبر کریں۔ یہی لوگ سچے اور یہی پرہیزگار ہیں)

۳۔ صدق احادیث کی روشنی میں

اللہ پاک کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ نے بار بار سچ بولنے اور جھوٹ سے بچنے کی تلقین کی ہے۔ مثال کے طور پر:

(۱)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قِيلَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: "كُلُّ مَخْمُومِ الْقَلْبِ صَدُوقِ اللِّسَانِ". قَالُوا: صَدُوقُ اللِّسَانِ نَعْرِفُهُ، فَمَا مَخْمُومُ الْقَلْبِ، قَالَ: "هُوَ التَّقِيُّ النَّقِيُّ، لَا إِثْمَ فِيهِ، وَلَا بَغْيَ، وَلَا غِلَّ، وَلَا حَسَدَ". (سنن ابن ماجہ، ج: ۳، رقم الحدیث: ۱۰۹۶)

(حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ کون سا آدمی افضل ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: صاف دل اور زبان کا سچا۔ لوگوں نے عرض کیا: زبان کے سچے کو تو ہم پہچانتے ہیں، لیکن صاف دل کون ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پرہیزگار، پاک صاف جس کے دل میں نہ گناہ ہو، نہ بغاوت، نہ بغض، نہ حسد)

(۲)۔ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ: قِيلَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، "أَيَكُونُ الْمُؤْمِنُ جَبَانًا؟ فَقَالَ نَعَمْ، فَقِيلَ لَهُ أَيَكُونُ الْمُؤْمِنُ بَخِيلًا؟ فَقَالَ نَعَمْ، فَقِيلَ لَهُ أَيَكُونُ الْمُؤْمِنُ كَذَّابًا؟ فَقَالَ لَا". (موطا امام مالک، ج: ۱، رقم الحدیث: ۱۷۱۳)

(حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ سے عرض کیا گیا کہ مومن بزدل ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ پھر عرض کیا گیا کہ مومن بخیل ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ پھر عرض کیا گیا کہ کیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں، مومن جھوٹا نہیں ہو سکتا)

(۳)۔ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "التَّاجِرُ الْأَمِينُ الصَّدُوقُ الْمُسْلِمُ مَعَ الشُّهَدَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ". (سنن ابن ماجہ، ج:۲، رقم الحدیث: ۲۹۷)

(حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سچا امانت دار تاجر قیامت کے دن شہدا (شہید) کے ساتھ ہوگا)

(۴)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يُؤْمِنُ الْعَبْدُ الْإِيمَانَ كُلَّهُ حَتَّى يَتْرُكَ الْكَذِبَ فِي الْمِزَاحِ، وَالْمِرَاءَ وَإِنْ كَانَ صَادِقًا". (مسند احمد، ج: ۴، رقم الحدیث: ۱۵۹۰)

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک مذاق میں بھی جھوٹ بولنا چھوڑ نہ دے اور سچا ہونے کے باوجود جھگڑا ختم نہ کردے)

(۵)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ". (صحیح بخاری، ج: ۱، رقم الحدیث: ۲۵۷۰)

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں:

(i)۔ جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے۔

(ii)۔ جب امانت دی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

(iii)۔ جب وعدہ کرے تو اس کو وفا نہ کرے۔

(۶)۔ عَنْ خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: "صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَامَ قَائِمًا، فَقَالَ: " عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّورِ بِالْإِشْرَاكِ بِاللّٰهِ، ثَلَاثَ مِرَارٍ". (سنن ابوداؤد، ج: ۳، رقم الحدیث: ۲۰۶)

(حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز فجر پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو کھڑے ہوکر ارشاد فرمایا: جھوٹی گواہی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے

کے برابر ہے۔ یہ جملہ آپ ﷺ نے تین بار دہرایا)

(۷)۔ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: "ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ، قُلْتُ: مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ خَابُوا وَخَسِرُوا ؟ فَأَعَادَهَا ثَلَاثًا، قُلْتُ: مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ خَابُوا وَخَسِرُوا ؟ فَقَالَ: الْمُسْبِلُ، وَالْمَنَّانُ، وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلْفِ الْكَاذِبِ أَوِ الْفَاجِرِ". (سنن ابوداؤد، ج:۳، رقم الحدیث:۲۹۶)

(حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ بات کرے گا، نہ انہیں رحمت کی نظر سے دیکھے گا اور نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا۔ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ وہ کون لوگ ہیں جو نا کام ہوئے اور گھاٹے اور خسارے میں رہے؟ پھر آپ ﷺ نے یہی بات تین بار دہرائی۔ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ وہ کون لوگ ہیں جو نا کام ہوئے اور گھاٹے اور خسارے میں رہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(i)۔ تکبر سے ٹخنے سے نیچے تہ بند لٹکانے والا۔

(ii)۔ احسان جتانے والا۔

(iii)۔ جھوٹی قسم کھا کر اپنا سامان بیچنے والا۔

۴۔ صدق کے مراتب

صدق کا تعلق چھ چیزوں سے ہے جو کوئی ان چیزوں میں کامل ہو وہ صدیق ہے:

(۱)۔ پہلا صدق زبان کا صدق ہے کہ انسان کبھی جھوٹ نہ بولے۔

(۲)۔ دوسرا صدق نیت کا صدق ہے کہ ہر ایک کام اللہ پاک کے لیے ہو۔

(۳)۔ تیسرا صدق ارادہ میں ہے مثلاً کسی نے ارادہ کیا اگر مجھے اقتدار حاصل ہو جائے تو میں عدل کروں گا۔

(۴)۔ چوتھا صدق ارادے کو پورا کرنے کا صدق ہے۔ ایک شخص کا ارادہ مضبوط ہو کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی سر بلندی کے لیے کام کروں گا۔

(۵)۔ پانچواں صدق صدقِ باطن ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کوئی ایسا کام نہ کرے جب تک اس کے باطن میں یہ صفت موجود نہ ہو۔

(۶)۔ چھٹا صدق صدقِ طلب ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ دین کے مقامات (زہد،توکل اور رضا وغیرہ) کی حقیقت کا اپنے دل سے چاہے اور ان کے ظاہر پر قناعت نہ کرے۔

۵۔ صدق کے بارے میں اقوال

صدق کے بارے میں صوفیائے کرامؒ سے دلچسپ باتیں بیان کی گئی ہیں:

(۱)۔ حضرت ابوسلمان دارانیؒ فرماتے ہیں کہ دل اور زبان کی یکسانیت ہی صدق ہوتا ہے۔

(۲)۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ صدیق وہ ہے جو اپنے اقوال، افعال اور احوال میں ہمیشہ سچا رہے۔

(۳)۔ حضرت ابوعلی دقاقؒ فرماتے ہیں کہ اخلاص مخلوق کی نگاہوں سے بچنے کا نام ہے اور صدق نفس کو اعمال دکھانے سے بچنے کو کہتے ہیں۔ مخلص ریا کار نہیں ہوتا اور صادق خود پسند نہیں ہوتا۔

(۴)۔ حضرت حارث محاسبیؒ فرماتے ہیں کہ صدق یہ ہے:

(i)۔ صدق کی خاطر لوگوں کے دلوں سے تمہاری قدر و قیمت نکل جانے کی بھی تمہیں ذرا پروا نہ ہو۔

(ii)۔ انسان ذرہ بھر بھی اپنی نیکیوں کی نمائش پسند نہ کرے اور اسے یہ فکر بھی دامن گیر نہ ہو کہ اس کی بداعمالی کا کسی کو پتہ چل جائے گا اگر ایسا ہے تو وہ اپنی عبادت کے بدلے میں لوگوں سے عزت و وقار کی خواہش رکھتا ہے اور یہ صدیقوں کی عادت نہیں ہوتی۔

(۵)۔ امام شعرانیؒ کے مطابق صدق اور اخلاص اللہ تعالیٰ کے منع کردہ کاموں کو چھوڑ دینے کا نام ہے۔جس نے تمام منع کردہ کاموں کو چھوڑ دیا، موت کو یاد رکھا اور طبیعت کی سختی اور نفسانی خواہشات کو چھوڑ دیا تو اسے مقام صدیقیت میں استقامت حاصل ہو جاتی ہے۔

(۶)۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ صدق کی تین اقسام ہیں:

(i)۔ اقوال میں صدق تو یہ ہے کہ دل کی موافقت قول کے ساتھ اپنے وقت میں ہو۔

(ii)۔ اعمال میں صدق یہ ہے کہ اعمال اس تصور کے ساتھ بجالائے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہا ہے اور خود کو بھول جائے۔

(iii)۔ احوال میں صدق یہ ہے کہ انسانی طبیعت ہمیشہ حق پر قائم رہے اگرچہ دشمن کا خوف ہو یا دوست کا مطالبہ۔

(۷)۔ حضرت ابونجیب سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ صدق انسان کے ظاہر اور باطن کے ایک جیسے ہونے کا نام ہے۔

۸۔ صدق کے واقعات

نصیحت حاصل کرنے کے لیے اللہ والوں کے صدق اور اخلاص کے کچھ واقعات بیان کیے جاتے ہیں:

(۱)۔ حضور نبی کریم ﷺ ہمیشہ سچ بولتے تھے اور سچ بولنے ہی کا درس دیتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کے تمام دشمن بھی آپ ﷺ کے صادق و امین ہونے کی گواہی دیتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ صفا پہاڑ پر تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے رواج کے مطابق قریش مکہ کے قبیلوں کو ان کے ناموں سے پکارنا شروع کر دیا۔ جب قریش کی تمام شاخوں کے لوگ جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ جنگل میں ایک لشکر آ کر اترا ہے اور تمہیں تباہ و برباد کر دینا چاہتا ہے تو کیا تم مجھ کو سچا جانو گے؟ ان سب نے ایک زبان ہو کر کہا: بیشک کیونکہ ہمارا ہمیشہ کا تجربہ یہ ہے کہ آپ (ﷺ) نے جب بھی کوئی بات کہی ہے سچ کہی ہے۔ آپ (ﷺ) کی زبان سے ہم نے کبھی سچ کے علاوہ کوئی بات نہیں سنی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر تم مجھے سچا سمجھتے ہو تو سنو کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں اس کے سخت ترین عذاب کے اترنے سے پہلے ڈرانے آیا ہوں۔ میں اللہ پاک کے رسول کی حیثیت سے تمہارے سامنے اسلام کی دعوت پیش کرتا ہوں۔ اس کو قبول کرو! اگر تم اس دعوت کو قبول نہیں کرو گے اور مجھ پر ایمان نہیں لاؤ گے تو پھر میں تمہیں یہ خبر دیتا ہوں کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا نہایت سخت عذاب نازل ہوگا۔ (مشکوۃ المصابیح، ج: ۴، رقم الحدیث: ۱۳۰۴)

(۲)۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ ہمیشہ سچ بولتے تھے۔ آپ ﷺ اپنے سچ بولنے کی وجہ سے صادق اور امین مشہور تھے۔ اسی حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا: ہرقل (شاہ روم) نے ان کے پاس ایک آدمی بلانے کو بھیجا اور اس وقت یہ لوگ تجارت کے لیے ملک شام گئے ہوئے تھے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب حضور نبی کریم ﷺ نے قریش اور ابوسفیان سے ایک معاہدہ کیا ہوا تھا۔ جب ابوسفیان اور دوسرے لوگ ہرقل کے پاس ایلیا پہنچے جہاں ہرقل نے دربار طلب کیا تھا۔ اس کے گرد روم کے بڑے بڑے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ ہرقل نے ان کو اور اپنے ترجمان کو بلوایا۔ پھر ان سے پوچھا کہ تم میں سے کون شخص رسالت کا دعویٰ کرنے والے کا زیادہ قریبی عزیز ہے؟ ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں بول اٹھا کہ میں اس کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہوں۔ ہرقل نے حکم دیا کہ اس کو میرے

قریب لاکر بٹھاؤ اور اس کے ساتھیوں کو اس کی پیٹھ کے پیچھے بٹھا دو۔ پھر اپنے ترجمان سے کہا کہ ان لوگوں سے کہہ دو کہ میں ابوسفیان سے اس شخص کے حالات پوچھتا ہوں۔ اگر یہ مجھ سے کسی بات میں جھوٹ بول دے تو تم اس کی نشاندہی کر دینا۔ ابوسفیان بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ غیرت نہ آتی کہ یہ لوگ مجھ کو جھٹلائیں گے تو میں آپ ﷺ کی نسبت ضرور غلط گوئی سے کام لیتا۔
پہلی بات جو ہرقل نے مجھ سے پوچھی وہ یہ کہ اس شخص کا خاندان تم لوگوں میں کیسا ہے؟ میں نے کہا وہ تو بڑے اونچے خاندان نسب والے ہیں۔ کہنے لگا اس سے پہلے بھی کسی نے تم لوگوں میں ایسی بات کہی تھی؟ میں نے کہا نہیں۔ ہرقل کہنے لگا: اچھا اس کے بڑوں میں کوئی بادشاہ ہوا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ پھر ہرقل نے کہا: بڑے لوگوں نے اس کی پیروی اختیار کی ہے یا کمزوروں نے؟ میں نے جواب دیا کہ کمزوروں نے۔ پھر پوچھا: اس کے ماننے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے یا کم ہو رہی ہے؟ میں نے جواب دیا کہ روز بروز بڑھ رہی ہے۔ ہرقل نے پوچھا کہ کیا اپنے اس دعوے سے پہلے کبھی اس نے جھوٹ بولا ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا کہ کبھی بھی نہیں بلکہ وہ ہمارے ہاں صادق اور امین مشہور ہیں اور اب ہماری اس سے (صلح کی) ایک مقررہ مدت ٹھہری ہوئی ہے۔ معلوم نہیں وہ اس میں کیا کرنے والا ہے۔
ابوسفیان بیان کرتے ہیں کہ میں اس بات کے سوا اور کوئی اس گفتگو میں شامل نہ کر سکا۔ ہرقل نے کہا کیا تمہاری اس سے کبھی لڑائی بھی ہوتی ہے؟ ہم نے کہا کہ ہاں۔ بولا پھر تمہاری اور اس کی جنگ کا کیا حال ہوتا ہے؟ میں نے کہا، لڑائی ڈول کی طرح ہے، کبھی وہ ہم سے جیت لیتے ہیں اور کبھی ہم ان سے جیت لیتے ہیں۔ ہرقل نے پوچھا۔ وہ تمہیں کس بات کا حکم دیتا ہے؟ میں نے کہا وہ کہتا ہے کہ صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو۔ اس کا کسی کو شریک نہ بناؤ اور اپنے باپ دادا کی باتیں چھوڑ دو اور ہمیں نماز پڑھنے، سچ بولنے، پرہیزگاری اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔ (صحیح بخاری، ج:۱، رقم الحدیث:۶)

(۳)۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک رات مدینہ منورہ میں گشت کر رہے تھے کہ لوگوں کے حالات سے باخبر ہوں۔ ایک گھر سے کچھ آوازیں آ رہی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے غور سے سنا کہ ایک ماں اپنی جوان لڑکی سے کہہ رہی ہے، بیٹی! آج رات اونٹنیوں نے دودھ کم دیا ہے اس لیے تم تھوڑا سا پانی ملا دو تا کہ گاہکوں کو دودھ برابر مل جائے۔ بیٹی نے جواب دیا کہ امّی جان! امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حکم ہے کہ فروخت کرنے کے دودھ میں پانی نہ ملایا جائے۔ ماں نے کہا، اس رات کے اندھیرے میں کون سا امیر المومنین رضی اللہ عنہ ہے جو تجھے دیکھ رہا ہے؟ بیٹی نے جواب دیا کہ اگر امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نہیں دیکھ رہا ہے تو

عمر رضی اللہ عنہ کا رب تو ضرور دیکھ رہا ہے۔ میں یہ جرم ہرگز نہیں کرسکتی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب اس لڑکی کی یہ بات سنی تو رو پڑے۔ دوسرے دن اس لڑکی کے متعلق معلومات جمع کیں، پتہ چلا کہ لڑکی غیر شادی شدہ ہے۔ پھر اپنے بیٹوں کو اکٹھا کیا اور فرمایا، میرے بچو! گذشتہ رات میں نے ایک دین دار لڑکی کی یہ باتیں سنیں۔ اللہ کی قسم! اگر مجھ میں جوانی ہوتی تو ضرور میں اسے اپنے گھر میں بیوی بنا کر لاتا لیکن میں بوڑھا ہو چکا ہوں، میری ہڈیاں کمزور ہو چکی ہیں، اب مجھ میں یہ صلاحیت نہیں کہ میں کسی جوان لڑکی سے شادی کروں لیکن میں نہیں چاہتا کہ وہ لڑکی ضائع ہو جائے۔ میری خواہش ہے کہ وہ میری بہو بن کر میرے گھر میں آئے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی یہ باتیں سن کر حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، ابّا جان! اس لڑکی سے میں شادی کروں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس نیک لڑکی کا نکاح اپنے بیٹے سے کر دیا۔ ان سے ایک بچی ہوئی اور پھر اس بچی کی شادی عبدالعزیز سے ہوئی۔ ان سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ پیدا ہوئے۔ جنہیں امت اسلامیہ نے بالاتفاق پانچواں خلیفہ راشد تسلیم کیا ہے۔ انہوں نے اپنے دو ڈھائی سال (717 عیسوی تا 720 عیسوی) کے مختصر دورِ حکومت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔

(۴)۔ حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ حضرت لقمانؒ سے کسی نے پوچھا کہ تم کو کس وجہ سے اتنی بزرگی حاصل ہوئی؟ انہوںؒ نے جواب دیا کہ سچ بولنے، امانت داری اور لغو کام چھوڑ دینے کی وجہ سے۔

(۵)۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ایک دفعہ بیت اللہ شریف کی زیارت کے لیے جانے والے قافلے کے ساتھ روانہ ہوئے۔ رخصت کے وقت آپؒ کی والدہ محترمہ نے چالیس دینار آپؒ کے لباس میں ڈال کر اوپر سے سلائی کر دی تاکہ ضرورت کے وقت نکال کر استعمال کی جا سکیں۔ روانہ ہوتے وقت والدہ محترمہ نے نصیحت کی کہ بیٹا جھوٹ نہیں بولنا بلکہ صدق سے کام لینا خواہ کچھ بھی ہو جائے۔

جب قافلہ ہمدان سے آگے نکلا تو ڈاکوؤں کے گروہ نے اسے لوٹ لیا۔ ایک ڈاکو نے حضرت عبدالقادر جیلانیؒ سے پوچھا کہ لڑکے تیرے پاس بھی کچھ ہے؟ آپؒ نے جواب دیا: ہاں، میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ ڈاکو کو یقین نہ آیا اور مذاق سمجھ کر چلا گیا۔ تھوری دیر کے بعد ایک دوسرے ڈاکو نے بھی آ کر یہی سوال کیا اور وہی جواب سن کر اپنے سردار سے اس کا ذکر کیا۔ سردار نے آپؒ کو بلوا کر پوچھا تو آپؒ نے اسے بھی سچ سچ بتا دیا۔ سردار کے پوچھنے پر بتایا کہ یہ دینار میرے کپڑوں میں سلے ہوئے ہیں۔

ڈاکوؤں کے سردار کے حکم پر جب آپؒ کے لباس کو پھاڑا گیا تو واقعتاً چالیس دینار برآمد ہوئے۔ اس پر ڈاکوؤں کا سردار احمد بدوی سخت حیران ہو کر بولا کہ اے لڑکے! تمہیں معلوم ہے کہ ہم ڈاکو ہیں جو

مسافروں کا سامان لوٹتے ہیں۔ پھر تم نے ان دیناروں کا راز کیوں ظاہر کر دیا، جسے تم نہایت آسانی سے چھپا سکتے تھے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے جواب دیا کہ روانگی کے وقت مجھے میری والدہ نے نصیحت کی تھی کہ بیٹا جھوٹ نہ بولنا، ہمیشہ سچ سے کام لینا۔

آپؒ کی بات سن کر ڈاکوؤں کے سردار پر رقت طاری ہوگئی اور وہ روتے ہوئے کہنے لگا: اے بچے! تو اپنی والدہ کے حکم کا اس قدر پابند ہے جبکہ ہم نجانے کتنے سالوں سے خدا تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ سردار اٹھا اور توبہ کی۔ اس کے ساتھیوں نے بھی اس کی یہ کہتے ہوئے توبہ کی کہ ڈاکہ زنی میں تو ہمارا سردار تھا تو توبہ میں بھی تو ہی ہمارا قائد ہے۔ پس سردار نے لوٹا ہوا سارا سامان واپس کر دیا۔

(۶)۔ حضرت ابوعبداللہ رملیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت منصور دینوریؒ کو خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا کہ اللہ پاک نے آپؒ سے کیا معاملہ فرمایا؟ حضرت منصور دینوریؒ نے جواب دیا کہ اللہ پاک نے مجھے بخش دیا اور مجھ پر رحم فرمایا اور مجھے میری توقع سے بڑھ کر عطا فرمایا۔ میں نے پوچھا: سب سے اچھی چیز کیا ہے، جس کے ذریعے بندہ اللہ پاک کی طرف متوجہ ہوتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ صدق۔

(۷)۔ شیخ سعدیؒ بیان کرتے ہیں، ایک درویش نے بادشاہ کے سامنے کوئی سچی بات کہہ دی جس سے بادشاہ نے ناراض ہو کر اسے قید کرنے کا حکم دے دیا۔ اس درویش کے ایک دوست نے اسے کہا کہ بادشاہ کے سامنے یہ بات کہنا مناسب نہ تھا۔ درویش نے جواب دیا کہ حق بات کہنا عبادت ہے اور ہمیں اللہ پاک نے سچ بولنے کا حکم دیا ہے۔ میں قید و بند سے نہیں ڈرتا کیونکہ یہ تھوڑی دیر کے لیے ہے۔

کسی نے بادشاہ سے جا کر کہا کہ درویش کہتا ہے کہ میری قید تھوڑی دیر کے لیے ہے۔ بادشاہ نے طنز سے ہنس کر کہا کہ اسے غلط فہمی ہے۔ اب موت ہی اس کو قید سے چھٹکارا دلائے گی۔

بادشاہ کے غلام نے یہ پیغام درویش کو پہنچایا تو اس نے کہا کہ اے غلام بادشاہ سے کہہ دینا کہ یہ زندگی چند روزہ ہے اور دنیا آخرت کے مقابلے میں تھوڑی دیر کے لیے ہے۔ درویش کے نزدیک غم اور خوشی کی کوئی اہمیت نہیں۔ اگر آج تیرے پاس لشکر، خزانہ اور حکومت ہے اور میں اہل وعیال سے دور مصیبت میں مبتلا ہوں تو کوئی بات نہیں۔ کل جب ہم مر جائیں گے تو دونوں برابر ہو جائیں گے۔ میں بھی کیڑوں کی خوراک بن جاؤں گا اور تو بھی۔ اس چند روزہ دولت سے دل لگا کر سچ کو نہ جھٹلا۔ اس طرح زندگی گزار کہ لوگ تیرا ذکر بھلائی سے کریں۔

۸

مقام شکر

ا۔ شکر کا مفہوم

(۱)۔ شکر کا مطلب اچھے سلوک پر تعریف کرنا ہے۔ جب بندہ محسوس کرتا ہے کہ وہ تمام مادی اور روحانی نعمتیں جو اس کو حاصل ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں تو اس کے دل میں حمد و ثنا (اللہ تعالیٰ کی تعریف) کا جذبہ پیدا ہوتا ہے یہی شکر گزاری ہے۔

(۲)۔ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ نہایت عاجزی و انکساری سے بھلائی کرنے والے کا اعتراف کیا جائے۔ اس لحاظ سے شکر کے معنی میں مبالغہ پیدا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو شکور کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو شکر کا بدلہ دیتا ہے۔

(۳)۔ شکر، احسان کرنے والے کے احسان پر اس کی تعریف کرنا ہے۔ بندے کی طرف سے اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے انعامات پر اس کا شکر گزار ہو جائے اور بندے کا حقیقی شکر یہ ہے کہ بندہ زبان سے اس کی تعریف کرے اور دل سے اس کے انعامات کا اقرار کرے۔ اسی کی عبادت کرے اور اسی سے مدد مانگے۔

(۴)۔ احسان کرنے والے کے بارے میں صحیح احسان مندانہ رویہ یہی ہو سکتا ہے کہ آدمی دل سے اس کے احسان کا اعتراف کرے۔ زبان سے اس کا اقرار کرے اور عمل سے احسان مندی کا ثبوت دے۔ انہی تین چیزوں کے مجموعہ کا نام شکر ہے۔

(۵)۔ شکر گزاری کے لیے زیادہ نعمتوں کا ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ معمولی سے معمولی نعمت پر بھی شکر لازم ہے۔

۲۔ شکر قرآن مجید کی روشنی میں

اللہ پاک نے اپنی پاک کتاب میں بار بار شکر کا ذکر کیا ہے۔ بعض آیات میں شکر کرنے کا حکم اور شکر کرنے کی وجہ بھی بتائی گئی ہے۔ کچھ آیات پاک یہ ہیں:

(۱)۔ فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ. (سورۃ العنکبوت، آیت:۱۷)
(اللہ تعالیٰ سے رزق مانگو اور اسی کی عبادت کرو اور اس کا شکر ادا کرو، اسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو)

(۲)۔ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ

وَلِوَالِدَیۡكَ ؕ اِلَیَّ الۡمَصِیۡر. (سورۃ لقمان، آیت: ۱۴)

(اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی خود تاکید کی ہے، اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے۔ میرا شکر کرو اور اپنے والدین کا شکر بجالاؤ، میری ہی طرف تجھے پلٹنا ہے)

(۳)۔ مَا یَفۡعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمۡ اِنۡ شَكَرۡتُمۡ وَاٰمَنۡتُمۡ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِیۡمًا. (سورۃ النساء، آیت: ۱۴۷)

(اللہ پاک تمہیں سزا دے کر کیا کرے گا، اگر تم شکر گزار بنو اور ایمان لے آؤ اور اللہ پاک قدردان، جاننے والا ہے)

(۴)۔ وَمَنۡ یُّرِدۡ ثَوَابَ الدُّنۡیَا نُؤۡتِهٖ مِنۡهَا ۚ وَمَنۡ یُّرِدۡ ثَوَابَ الۡاٰخِرَةِ نُؤۡتِهٖ مِنۡهَا ۚ وَ سَنَجۡزِی الشّٰكِرِیۡنَ. (سورۃ آل عمران، آیت: ۱۴۵)

(اور جو شخص دنیا میں بدلہ چاہے گا ہم اسے دنیا ہی میں دے دیں گے اور جو آخرت میں بدلہ چاہے گا ہم اسے آخرت ہی میں دیں گے اور ہم شکر گزاروں کو جزا دیں گے)

(۵)۔ وَاِذۡ تَاَذَّنَ رَبُّكُمۡ لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّكُمۡ وَلَئِنۡ كَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِیۡ لَشَدِیۡدٌ. (سورۃ ابراہیم، آیت: ۷)

(اور تمہارے رب نے اعلان کیا، اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو بے شک میرا عذاب بہت سخت ہے)

۳۔ شکر احادیث کی روشنی میں

احادیث مبارکہ میں جا بجا شکر گزاروں کی فضیلت بیان کی گئی ہے:

(۱)۔ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ: إِذَا جَاءَهُ أَمْرُ سُرُورٍ، أَوْ بُشِّرَ بِهِ خَرَّ سَاجِدًا شَاكِرًا لِلّٰهِ". (سنن ابوداؤد، ج: ۲، رقم الحدیث: ۱۰۰۸)

(حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جب کوئی خوشی والی بات پیش آتی یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی بات کی خوش خبری سنائی جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدہ کرتے)

(۲)۔ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَوَّلُ مَنْ يُدْعَى إِلَى الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يَحْمَدُونَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ".
(مشکوٰۃ المصابیح، ج:۲، رقم الحدیث:۲۳۸۳)

(حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن جنت میں سب سے پہلے بہت زیادہ حمد (اللہ تعالیٰ کی تعریف اور شکر) کرنے والوں کو بلایا جائے گا۔ یہ وہ بندے ہیں جو ہر حال (خوش حالی اور تنگی) میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں)

(۳)۔ عَنْ صُهَيْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ". (صحیح مسلم، ج:۳، رقم الحدیث:۲۹۹۹)

(حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن آدمی کا بھی عجیب حال ہے۔ اس کے ہر حال میں خیر ہی خیر ہے اور یہ بات مومن کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اسے کوئی تکلیف بھی پہنچی، اس نے شکر کیا تو اس کے لیے اس میں بھی ثواب ہے اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچا اور اس نے صبر کیا تو اس کے لیے اس میں بھی ثواب ہے)

(۴)۔ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ، قَالَ اللّٰهُ لِمَلَائِكَتِهِ: قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِي؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، فَيَقُولُ: قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهِ؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، فَيَقُولُ: مَاذَا قَالَ عَبْدِي، فَيَقُولُونَ: حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ، فَيَقُولُ اللّٰهُ: ابْنُوا لِعَبْدِي بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَسَمُّوهُ بَيْتَ الْحَمْدِ". (جامع ترمذی، ج:۱، رقم الحدیث:۱۰۱۶)

(حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کسی مومن بندے کا کوئی بچہ فوت ہو جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے: تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کی ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہاں! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم نے اس کے دل کا پھل لے لیا؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ جی ہاں! پھر اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے: اس حادثہ پر میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ اس نے تیری تعریف کی اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن پڑھا۔ اس کے بعد اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کے لیے جنت میں ایک بڑا گھر بنا دو اور اس کا نام بیت الحمد (شکر کرنے والے کا گھر) رکھو)

(۵)۔ عَنْ الْمُغِيرَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، يَقُولُ: "إِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَقُومُ لِيُصَلِّيَ حَتَّى تَرِمُ قَدَمَاهُ أَوْ سَاقَاهُ، فَيُقَالُ لَهُ: فَيَقُولُ: أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا". (صحیح بخاری، ج:۱، رقم الحدیث:۱۰۸۱)

(حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں اتنی زیادہ دیر تک کھڑے ہوتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں مبارک پھول جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا جاتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے: کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں)

(۶)۔ عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ رَاحَ إِلَى مَسْجِدِ دِمَشْقَ وَهَجَّرَ بِالرَّوَاحِ فَلَقِيَ شَدَّادَ بْنَ أَوْسٍ وَالصُّنَابِحِيُّ مَعَهُ فَقُلْتُ أَيْنَ تُرِيدَانِ يَرْحَمُكُمَا اللَّهُ قَالَا نُرِيدُ هَاهُنَا إِلَى أَخٍ لَنَا مَرِيضٍ نَعُودُهُ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُمَا حَتَّى دَخَلَا عَلَى ذَلِكَ الرَّجُلِ، فَقَالَا لَهُ كَيْفَ أَصْبَحْتَ؟ قَالَ أَصْبَحْتُ بِنِعْمَةٍ۔ فَقَالَ لَهُ شَدَّادٌ أَبْشِرْ بِكَفَّارَاتِ السَّيِّئَاتِ، وَحَطِّ الْخَطَايَا فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ إِنِّي إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدًا مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنًا فَحَمِدَنِي عَلَى مَا ابْتَلَيْتُهُ فَإِنَّهُ يَقُومُ مِنْ مَضْجَعِهِ ذَلِكَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ مِنَ الْخَطَايَا وَيَقُولُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ أَنَا قَيَّدْتُ عَبْدِي وَابْتَلَيْتُهُ وَأَجْرُوا لَهُ كَمَا كُنْتُمْ تُجْرُونَ لَهُ وَهُوَ صَحِيحٌ". (مسند احمد، ج: ۷، رقم الحدیث:۲۸۸)

(حضرت ابواشعث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ دوپہر کے وقت دمشق کی ایک مسجد کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی۔ ان کے ساتھ صنابحی بھی تھے۔ میں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے، کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ یہاں ایک بھائی بیمار ہے۔ اس کی عیادت کے لیے جا رہے ہیں۔ میں بھی ان کے ساتھ چل پڑا۔ جب وہ دونوں اس کے پاس پہنچے تو اس سے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ اس نے بتایا کہ ٹھیک ہوں (مریض نے کہا: میں نے صبر اور شکر کیا) حضرت شداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں بشارت ہو کہ تمہارے گناہوں کا کفارہ ہو چکا اور گناہ

معاف ہو چکے ہیں۔ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ پاک فرماتا ہے: جب میں اپنے بندوں میں سے کسی مومن بندہ کو بیماری اور مصیبت میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ بندہ اس آزمائش پر ناخوش نہیں ہوتا بلکہ میری تعریف کرتا ہے تو وہ اپنی بیماری کے بستر سے ایسے گناہوں سے پاک صاف ہو کر اٹھتا ہے جیسا کہ وہ اس دن گناہوں سے پاک صاف تھا جس روز اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندہ کو قید میں ڈالا ہے اور اسے آزمائش میں مبتلا کیا تھا، تم وہ نیک اعمال لکھنا جاری رکھو جو تم اس کے زمانہ تندرستی میں لکھتے تھے)

(۷)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ أُعْطِيَ عَطَاءً فَوَجَدَ فَلْيَجْزِ بِهِ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيُثْنِ بِهِ، فَمَنْ أَثْنَى بِهِ فَقَدْ شَكَرَهُ".

(سنن ابوداؤد، ج:۳، رقم الحدیث:۱۴۰۹)

(حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کے ساتھ کوئی احسان کرے تو اسے اس کا بدلہ دینا چاہیے۔ اگر بدلہ دینے کی استطاعت (طاقت) نہ ہو تو اس کا اچھے الفاظ میں ذکر ہی کر دے کیونکہ جس نے اچھے الفاظ میں ذکر کیا گویا کہ اس کا شکر ادا کیا)

۴۔ شکر کی اقسام

شکر ادا کرنے کے لحاظ سے شکر کی دو قسمیں ہیں:

(۱)۔ اللہ پاک کا شکر گزار ہونا: انسان کا اللہ تعالیٰ کے لیے شکر گزار ہونا ایک لازمی امر ہے، جس کا اللہ پاک نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے۔ اللہ پاک نے ہمیں اپنا ذکر کرنے اور اپنا شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ. (سورۃ البقرہ، آیت:۱۵۲)

(پس تم مجھے یاد رکھو، میں تمہیں یاد رکھوں گا، اور میرا شکر کرو، کفرانِ نعمت نہ کرو)

(۲)۔ انسان کا ایک دوسرے کا شکر ادا کرنا: انسان دوسرے انسان کا شکر یہ اس وقت ادا کرتا ہے جب وہ اسے کوئی نفع پہنچاتا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لوازمات میں سے ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ لَا يَشْكُرُ اللّٰهَ" (جامع ترمذی، ج:۱، رقم الحدیث:۲۰۳۹)۔ (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ پاک کا بھی شکر نہیں کرتا)

۵۔ شکر کی مختلف صورتیں

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور کسی انسان کی بھلائی پر اس کا شکر ادا کرنے کی یہ تین صورتیں ہیں:

(۱)۔ دل سے شکر ادا کرنا: اس کی صورت یہ ہے کہ آدمی اللہ پاک سے محبت کرے، خود کو اس کی اطاعت کا پابند بنالے اور ہر ایک کی نعمتوں کا اعتراف کرے اور انہیں پہچانے۔

(۲)۔ زبان سے شکر ادا کرنا: اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان سے اللہ پاک کی نعمتوں کا اعتراف کرے۔ اس کا ذکر اور حمد زبان پر رہے۔ ان نعمتوں کو بیان کرے اور انسان کی مہربانیوں کا بھی زبان سے شکریہ ادا کرے۔

(۳)۔ دیگر طریقوں سے شکر ادا کرنا: شکر صرف زبان سے ہی نہیں بلکہ دیگر جسمانی اعضا، مال اور دولت سے بھی کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ مال کی نعمت کا شکر اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کی صورت میں ہوتا ہے۔ اگر انسان اپنے جسمانی اعضا کو اللہ پاک کی فرماں برداری میں استعمال کرے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہوگا۔ اس طرح کسی محسن کا بھی شکریہ عمل سے ادا کرے۔

۸۔ شکر کے بارے میں اقوال

شکر کے بارے میں صوفیاء کرامؒ سے بہت پیارے قول منسوب ہیں:

(۱)۔ حضرت ابوبکر دقاقؒ فرماتے ہیں کہ کسی نعمت کے شکر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ پاک کے احسان پر نظر رکھے اور اس کی عزت کی حفاظت کرے۔

(۲)۔ حضرت ابوبکر شبلیؒ فرماتے ہیں کہ شکر انعام دینے والے کو دیکھنے کا نام ہے نہ کہ نعمت دیکھنے کا۔

(۳)۔ حضرت ابوعثمانؒ فرماتے ہیں کہ عام لوگ تو کھانے اور لباس پر شکر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خاص لوگ ان چیزوں پر شکر کرتے ہیں جو دل پر وارد ہوتی ہیں (اللہ تعالیٰ کے راز)۔

(۴)۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ شکر یہ ہوتا ہے کہ انسان خود کو نعمتوں کا اہل نہ سمجھے بلکہ نعمتوں کو اللہ پاک کی رحمت سمجھے۔

(۵)۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بار بار ذکر کیا کرو۔ نعمتوں کا بار بار ذکر کرنا ہی نعمتوں کا شکر ہے۔

(۶)۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ شکر یہ ہے کہ عاجزی کرتے ہوئے نعمت دینے والے کی نعمت کا اقرار کرنا اور اسی طرح عاجزی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احسان کو ماننا اور یہ سمجھ لینا کہ انسان اس کا شکر ادا کرنے سے عاجز ہے۔

(۷)۔ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ شکر انعامات کرنے والے کے انعامات کا اعتراف کرنے اور ان انعامات کو منعم (انعام کرنے والے) کی نافرمانی میں نہ لگانے کا نام ہے۔

۹۔ شکر کے واقعات

یہاں ہم شکر کرنے والوں کے چند واقعات نقل کرتے ہیں تا کہ ان سے سبق حاصل کیا جا سکے:

(۱)۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب بیت المقدس تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک فقیر ہے جس کے ہاتھ پاؤں نہیں ہیں۔ بہرا ہے اور اندھا / نابینا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ لوگ حیران ہوئے۔ پوچھنے لگے کہ اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ کیا اس غریب فقیر کو بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: جی ہاں! یہ فقیر سانس تو لے رہا ہے، رفع حاجت (پیشاب) تو کر لیتا ہے۔

(۲)۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو دنیا کی دولت سے بہت نوازا گیا اور پھر سب کچھ جاتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کے پاس بچھانے کے لیے صرف ایک چٹائی ہی رہ گئی، مگر وہ پھر بھی اللہ پاک کی تعریف اور شکر میں مصروف رہا۔ ایک دوسرے مالدار شخص نے اس سے کہا کہ اب تم کس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں ان نعمتوں پر اللہ پاک کا شکر ادا کرتا ہوں کہ ساری دنیا کی دولت بھی خرچ کر کے بھی وہ نعمتیں مجھے نہیں مل سکتیں۔ مالدار نے پوچھا کہ وہ کون سی نعمتیں ہیں؟ اس نے جواب دیا: کیا تم اپنی آنکھ، زبان، ہاتھوں اور پاؤں کو نہیں دیکھتے؟ یہ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمتیں ہیں۔ (کتاب الشکر از امام ابن ابی الدنیاؒ، رقم الحدیث: ۱۰۰، ص: ۳۶)

(۳)۔ ایک آدمی نے اپنے شہر والوں سے اپنے فقر و فاقہ کی شکایت کی اور اللہ تعالیٰ سے شکوہ کیا۔ شہر والوں میں سے ایک نے کہا کہ تجھے اچھا لگے گا کہ تو اندھا ہو اور تجھے دس ہزار مل جائیں؟ اس آدمی نے کہا نہیں۔ اس آدمی نے پوچھا کیا تجھے اچھا لگے گا کہ تو گونگا ہو اور تجھے دس ہزار مل جائیں؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ اس آدمی نے دوبارہ پوچھا کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ تیرے ہاتھ پاؤں کٹے ہوں اور تجھے دس ہزار

مل جائیں؟ تو شکوہ کرنے والے نے جواب دیا بالکل نہیں۔اس نے کہا کہ پھر تجھے اللہ تعالیٰ سے حیا کرنی چاہیے۔اس کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اتنی بڑی بڑی نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔

(۴)۔ ایک شخص حضرت سہل بن عبداللہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ چور میرے گھر میں داخل ہوا اور میرا سامان لے گیا۔انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اگر چور (شیطان) تمہارے دل میں داخل ہو کر تمہارے عقیدہ توحید کو خراب کر دیتا تو تم کیا کر سکتے تھے؟

(۵)۔ حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ فرماتے ہیں کہ ایک سفر کے دوران میرا سب سامان ختم ہو گیا۔کئی دن بھوکا رہا حتیٰ کہ پاؤں میں جوتا تک نہ تھا۔اس حال میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں دل میں شکوہ پیدا ہوا۔نماز کے لیے کوفہ (عراق کا شہر) کی جامع مسجد میں گیا تو واپسی پر دیکھا کہ مسجد کی سیڑھیوں پر ایک آدمی بھیک مانگ رہا ہے، جس کے دونوں پاؤں نہیں ہیں۔میں نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور شکر کیا کہ اگر پاؤں میں جوتے نہیں ہیں تو کیا ہوا کم از کم پاؤں تو ہیں۔اگر اللہ تعالیٰ پاؤں بھی نہ دیتا تو پھر کیا کیا جا سکتا تھا؟

(۶)۔ حضرت وہب بن منبہؒ ایک ایسے مصیبت زدہ کے پاس سے گزرے جو اندھا، کوڑھی اور برص میں مبتلا تھا۔اس کا لباس بھی اچھا نہ تھا لیکن وہ اللہ پاک کی حمد و ثنا (تعریف اور شکر) بیان کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت پر اس کا شکر ہے۔حضرت وہب بن منبہؒ کے ساتھ موجود شخص نے کہا کہ تیرے پاس کون سی نعمت باقی بچی ہے جس پر اللہ پاک کا شکر کر رہا ہے؟ وہ شخص بولا: ذرا اپنی نگاہ اس شہر کے رہنے والوں کی طرف اٹھا کر دیکھو اور ان کی کثرت کو ملاحظہ کرو۔کیا میں اس بات پر اللہ پاک کا شکر ادا نہ کروں کہ اس نے مجھے اپنی معرفت عطا فرمائی ہے۔(الدر المنثور از امام جلال الدین سیوطیؒ بحوالہ تفسیر سورۃ البقرہ، آیت:۱۵۲)

(۷)۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہر وقت نازل ہوتی رہتی ہیں۔اس لیے انسان کو ہر وقت اللہ پاک کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے کیونکہ شکر سے نعمت زیادہ ہوتی ہے۔انسان کے سانس کا اندر جانا بھی ایک نعمت ہے کہ زندگی بڑھاتا ہے اور، باہر آنا بھی ایک نعمت ہے کہ تفریح دیتا ہے۔اگر ہوا اندر نہ جائے تو موت ہے اور اگر باہر نہ آئے تو بھی موت ہے۔انسان کے ایک سانس پر دو اتنی بڑی نعمتیں ملتی ہیں اور ہر نعمت پر شکر واجب ہے۔اس لیے انسان پر ہر سانس پہ دو بار شکر کرنا ضروری ہے۔

۹

مقام تواضع

۱۔ تواضع کا مفہوم

(۱)۔ تواضع سے مراد انسان کا اپنے آپ کو دوسروں سے چھوٹا یا برابر یا عاجز سمجھنا، دوسروں کی تعظیم اور عزت کرنا، حقوق العباد (بندوں کے حقوق) کا خیال رکھنا، دوسروں کے حقوق کو اپنے حقوق سے پہلے رکھنا اور تکبر کو چھوڑنا ہے۔ تواضع کی حقیقت یہ ہے کہ انسان خود کو ناچیز، دوسروں سے کم درجے کا اور عاجز سمجھے۔ اپنے آپ کو بلندی کا اہل نہ سمجھے اور حقیقت میں اپنے آپ کو عاجز بنانے کا ارادہ کرے۔

(۲)۔ تواضع کی بنیاد ذلت اور تکبر میں اعتدال پیدا کرنا ہے۔ تکبر یہ ہے کہ انسان خود کو اپنے حقیقی مرتبے سے بلند تر سمجھے اور ذلت یہ ہے کہ انسان خود کو کم تر سمجھے۔ بعض لوگوں نے تواضع اور ذلت میں فرق نہیں کیا۔ ان کا مقصد، سالک (اللہ تعالیٰ کی طرف چلنے والے) کے غرور اور تکبر کا مکمل طور پر خاتمہ کرنا ہے۔ دراصل تواضع یہ ہے کہ آدمی بغیر تکبر اور ذلت کے تواضع اختیار کرے۔

(۳)۔ بعض لوگ خودداری اور عزتِ نفس کو تکبر سمجھتے ہیں حالانکہ دونوں میں واضح فرق ہے۔ خودداری یہ ہے کہ انسان خود کو پہچانے اور حقیقتِ نفس کو پہچان کر اس کا احترام اس طرح کرے کہ دنیاوی لالچ کے لیے خود کو ذلیل اور خوار نہ کرے۔ کبر یہ ہے کہ اپنے نفس سے ناواقف ہو اور اس کو اس کے مقام سے بلند سمجھے۔ کبر انتہائی نقصان دہ ہے اور عزتِ نفس اور خودداری ایک اچھی صفت ہے۔

(۴)۔ بعض لوگ اچھے کپڑے اور اچھی جوتی پہننے، اچھا گھر بنانے، اچھی گاڑی رکھنے کو تواضع اور انکساری کے خلاف اور تکبر کی علامت سمجھتے ہیں حالانکہ یہ چیزیں نہ تو تکبر کی علامت ہیں اور نہ تواضع اور انکساری کے خلاف۔

۲۔ تواضع قرآن مجید کی روشنی میں

تواضع اور انکساری (نرمی) اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ کام ہے جس کا قرآن پاک میں نہ صرف حکم دیا گیا ہے بلکہ اسے اختیار کرنے والوں کو آخرت میں اعلیٰ درجات کی خوشخبری بھی دی گئی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تواضع اور انکساری اور عاجزی اختیار کرنا تو انبیاء علیہم السلام کا شیوہ ہے:

(۱)۔ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا.
(سورۃ الفرقان، آیت: ۶۳)

(اور رحمٰن (اللہ پاک) کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو وہ سلام کہتے ہیں)

(۲)۔ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ. (سورۃ لقمان، آیت:۱۸-۱۹)

(اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کر، نہ زمین میں اکڑ کر چل۔ اللہ تعالیٰ کسی خود پسند اور فخر جتانے والے شخص کو پسند نہیں کرتا۔ اپنی چال میں اعتدال اختیار کر اور اپنی آواز ذرا آہستہ رکھ)

(۳)۔ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ. (سورۃ الحج، آیت:۳۴-۳۵)

(عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو۔ یہ وہ لوگ ہیں جب اللہ پاک کا نام لیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر مصیبت آئے تو صبر کرنے والے ہیں اور نماز قائم کرنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں)

(۴)۔ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ. (سورۃ لقمان، آیت:۱۸)

(لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کر، نہ زمین میں اکڑ کر چل، بے شک اللہ تعالیٰ کسی تکبر اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا)

(۵)۔ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ. (سورۃ الاعراف، آیت:۱۱-۱۳)

(اور ہم نے تمھیں پیدا کیا، پھر تمھاری صورت بنائی، پھر فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ چنانچہ ابلیس کے علاوہ سب نے سجدہ کیا۔ وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ اللہ پاک نے پوچھا: جب میں نے تجھے حکم دیا تو تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا؟ وہ بولا: میں اس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے

آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے۔ اللہ پاک نے کہا: اچھا تو یہاں سے نیچے اتر کیونکہ تجھے یہ حق نہیں پہنچتا کہ یہاں تکبر کرے، اب نکل جا، یقیناً تو ذلیلوں میں سے ہے)

۳۔ تواضع حدیث کی روشنی میں

ہمارے پیارے نبی اکرم ﷺ نے بار بار تواضع اختیار کرنے، نرمی سے بات کرنے اور تکبر سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ اس بارے میں حضور نبی کریم ﷺ سے بے شمار احادیث روایت کی گئی ہیں، جن میں سے کچھ یہ ہیں:

(۱)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللّٰهُ رَجُلًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ". (جامع ترمذی، ج:۱، رقم الحدیث: ۲۱۱۸)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے کے نتیجہ میں بندے کی عزت بڑھاتا ہے اور جو شخص بھی اللہ پاک کی خاطر تواضع اور انکساری اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا رتبہ (مقام) بلند فرما دیتا ہے)

(۲)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللّٰهَ أَوْحَى إِلَيَّ: أَنْ تَوَاضَعُوا، وَلَا يَبْغِي بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ". (سنن ابن ماجہ، ج: ۳، رقم الحدیث: ۱۰۹۴)

(حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ کو وحی بھیجی کہ آپس میں ایک دوسرے سے تواضع کرو اور کوئی دوسرے پر سرکشی (ظلم اور بغاوت) نہ کرے)

(۳)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: "كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُ الْمَرِيضَ، وَيَشْهَدُ الْجَنَازَةَ، وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ، وَيُجِيبُ دَعْوَةَ الْعَبْدِ، وَكَانَ يَوْمَ بَنِي قُرَيْظَةَ عَلَى حِمَارٍ مَخْطُومٍ بِحَبْلٍ مِنْ لِيفٍ عَلَيْهِ إِكَافٌ مِنْ لِيفٍ". (جامع ترمذی، ج:۱، رقم الحدیث: ۱۰۱۲)

(حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ بیمار کی عیادت (تیمار داری)

کرتے، جنازے کے ساتھ جاتے، غلام اگر دعوت دیتا تو بھی قبول کرتے، گدھے پر سوار ہو جاتے اور جس دن بنی قریظہ [1] کا واقعہ ہوا۔ اس دن آپ ﷺ ایک گدھے پر سوار تھے۔ اس کی رسی کھجور کی چھال کی تھی۔ آپ ﷺ کی سواری کا زین کھجور کے پتوں کا تھا)

(۴)۔ عَنْ مَكْحُولٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْمُؤْمِنُونَ هَيِّنُونَ لَيِّنُونَ، كَالْجَمَلِ الْأَنِفِ، الَّذِي إِنْ قِيدَ انْقَادَ، وَإِذَا أُنِيخَ عَلَى صَخْرَةٍ اسْتَنَاخَ". (مشکوٰۃ المصابیح، ج: ۴، رقم الحدیث: ۱۰۱۵)

(حضرت مکحول رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایمان رکھنے والے لوگ بردبار، نرم خو (فرمانبردار) ہوتے ہیں، اس اونٹ کی طرح جس کی ناک میں نکیل پڑی ہو کہ اگر اس کو کھینچا جائے تو چلا آئے اور اگر پتھر پر بٹھایا جائے تو پتھر پر بیٹھ جائے)

(۵)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ". قَالَ رَجُلٌ: إِنَّ الرَّجُلَ، يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا، وَنَعْلُهُ حَسَنَةً؟ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ، الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ". (صحیح مسلم، ج: ۱، رقم الحدیث: ۲۶۶)

(حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کے دل میں سرسوں کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ اس پر ایک آدمی نے عرض کیا: ایک آدمی چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کی جوتی بھی اچھی ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک خوبصورت ہے اور جمال (خوبصورتی) ہی کو پسند کرتا ہے۔ تکبر تو حق کی طرف سے منہ موڑنے اور دوسرے لوگوں کو کمتر سمجھنے کو کہتے ہیں)

(۶)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَقُولُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ: الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي، وَالْعَظَمَةُ إِزَارِي، مَنْ نَازَعَنِي وَاحِدًا مِنْهُمَا أَلْقَيْتُهُ فِي جَهَنَّمَ". (سنن ابن ماجہ، ج: ۳، رقم الحدیث: ۱۰۵۴)

۱۔ حضور نبی کریم ﷺ کے زمانے میں مدینہ منورہ کے یہودیوں کا ایک قبیلہ۔

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک فرماتا ہے کہ تکبر میری چادر ہے اور بڑائی میرا ازار (ناڑا)۔ جو کوئی ان دونوں میں سے کسی کے لیے مجھ سے جھگڑے، میں اس کو جہنم میں ڈالوں گا)

(۷)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ". فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ أَحَدَ شِقَّيْ ثَوْبِي يَسْتَرْخِي إِلَّا أَنْ أَتَعَاهَدَ ذٰلِكَ مِنْهُ؛ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّكَ لَسْتَ تَصْنَعُ ذٰلِكَ خُيَلَاءَ". (صحیح بخاری، ج:۲، رقم الحدیث: ۹۱۲)

(حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص تکبر سے اپنے کپڑے کو لٹکائے گا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو نہ دیکھے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا میرے کپڑے کا ایک کونہ خود بخود لٹک جاتا ہے۔ ہاں! اگر میں اس کا خیال کروں تو وہ نہ لٹکے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک تم تکبر نہیں کرتے)

۴۔ تواضع کے درجات

تواضع کے کئی درجات ہیں۔ جن میں سے کچھ یہ ہیں:

(۱)۔ تواضع اور انکساری کا پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان خود کو دوسروں سے بہتر سمجھتا ہو اور ایسے کام کرتا ہو جیسے وہ لوگ کرتے ہیں جو دوسروں کو خود سے افضل سمجھتے ہیں لیکن وہ عاجزی اور نرمی اختیار کرنے کی پوری پوری کوشش کرے۔ ایسے شخص کے دل میں تکبر کا درخت تو موجود ہے، لیکن اس نے اس درخت کی شاخیں کاٹ دی ہیں۔ ایسا شخص تواضع کے پہلے درجے پر ہے اور یہ عام لوگوں کی تواضع ہے۔

(۲)۔ تواضع اور انکساری کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ انسان کے دل میں کسی قسم کا تکبر نہ ہو۔ وہ اپنے تمام اعمال (کام) میں اپنی کوشش سے تواضع اور انکساری اختیار کرے۔ مجلس میں دوسروں سے منفرد (نمایاں) ہونے کی خواہش نہ رکھے۔ اپنے دوستوں پر کسی قسم کی برتری ظاہر نہ کرے۔ جو لوگ اس کے حق ادا کرنے میں کوتاہی کریں، ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے۔ ایسا شخص دوسرے درجے کا متواضع (تواضع اختیار کرنے والا) ہے اور یہ خاص لوگوں کی تواضع ہے۔

(۳)۔ تواضع اور انکساری کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ انسان کے دل سے نہ صرف غرور اور تکبر اپنی آخری حد میں نکل چکا ہو بلکہ تواضع اور انکساری اور عاجزی دل میں یہ مقام حاصل کر لے کہ اسے تواضع اور انکساری اختیار کرنے میں کسی قسم کی اضافی کوشش نہ کرنا پڑے۔ ایسے انسان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اس کے تمام کام اور اقوال (باتوں) میں خود بخود ہی تواضع اور انکساری ظاہر ہونے لگتی ہے۔ یہ خاص الخواص (خاص لوگوں) کی تواضع ہے۔

۵۔ تواضع کی مشکلات

تکبر یا تواضع اور انکساری آدمی کی عادتوں اور طور طریقوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے بات کرتے ہوئے منہ پھلا لینا، دوسروں کو گھور کر یا نفرت سے دیکھنا یا پھر انسان کی باتوں میں ہوتا ہے حتیٰ کہ آواز، حروف اور الفاظ کی ادائیگی کا طریقہ اور جواب دینے کا انداز بھی تکبر یا تواضع سے خالی نہیں ہوتا۔ تکبر چلنے پھرنے، اٹھنے اور بیٹھنے میں بھی ہوتا ہے۔ تکبر کرنے والوں میں سے کچھ تمام اقوال وافعال (کاموں اور باتوں) میں تکبر کرتے ہیں اور بعض کچھ امور (کاموں) میں تو تکبر کرتے ہیں اور کچھ میں تواضع اختیار کرتے ہیں۔ ذیل میں تواضع اور انکساری اختیار کرنے والوں کے بارے میں کچھ اشارے دیے جاتے ہیں:

(۱)۔ بعض لوگ یہ چاہتے ہیں کہ دوسرے ان کے سامنے دست بستہ (ہاتھ باندھے) کھڑے رہیں یا انہیں دیکھ کر کھڑے ہو جایا کریں۔ یہ بات تواضع اور انکساری کے خلاف ہے اور تکبر کی علامت ہے۔

(۲)۔ بعض لوگ اس وقت تک چلنا پسند نہیں کرتے جب تک ان کے آگے یا پیچھے چلنے والا نہ ہو۔ یہ بات بھی تکبر کی علامت، تواضع اور انکساری سے میلوں دور ہے۔

(۳)۔ بعض انسانوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ خود کو بڑا تصور کرتے ہوئے دوسروں کی ملاقات کے لیے جانا پسند نہیں کرتے خواہ انہیں کتنا ہی ضروری کام یا دینی نفع ہی کیوں نہ ہو بلکہ دوسروں کو اپنے پاس بلا لیتے ہیں، یہ چیز بھی تواضع کے خلاف ہے۔

(۴)۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ نفرت کی وجہ سے اپنے سے نچلی سطح کے لوگوں کا اپنے برابر یا پہلو میں بیٹھنا پسند نہیں کرتے، بلکہ اپنے سامنے ادب کے ساتھ بٹھانا چاہتے ہیں۔ یہ عادت بھی تواضع کے خلاف اور تکبر کی علامت ہے۔

(۵)۔ کچھ لوگ نفرت کی وجہ سے مریضوں کے پاس بیٹھنے سے بچتے ہیں حالانکہ وہ مریض کسی وبائی مرض کا شکار بھی نہیں ہوتے جو دوسروں کو منتقل ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ یہ بات بھی تکبر کی علامت اور تواضع اور انکساری سے دور ہے۔

(۶)۔ بعض لوگ گھر کا کوئی کام اپنے ہاتھ سے کرنا پسند نہیں کرتے۔ یہ بھی تواضع اور انکساری کے خلاف ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرزِ عمل تو یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر کے سارے کام اپنے ہاتھوں سے کیا کرتے تھے۔

(۷)۔ بعض لوگ اپنا سامان خود اٹھا کر چلنا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دوسرے ان کا سامان اٹھا کر چلیں۔ یہ بات بھی تواضع اور انکساری کے خلاف ہے۔

(۸)۔ بعض اوقات بہت زیادہ عبادت کرنا بھی تکبر کا باعث بن جاتی ہے۔ جب انسان کو فرض عبادات کے ساتھ ساتھ نفل عبادات جیسے تہجد، اشراق، چاشت، قرآن پاک کی تلاوت، نفلی روزے رکھنے، اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کی سعادت ملتی ہے تو بعض اوقات وہ دوسروں کو حقیر (کم تر) سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔ جس کا بعض اوقات زبان سے اور کبھی کبھی اشاروں سے اظہار بھی ہو جاتا ہے۔

(۹)۔ مال و دولت اور دنیاوی نعمتوں کی زیادتی بھی اکثر اوقات تکبر کا باعث بن جاتی ہے اور انسان دوسروں کو حقیر سمجھنے لگتا ہے۔

(۱۰)۔ تکبر کا ایک سبب حسب اور نسب بھی بنتا ہے کہ انسان اپنے آباؤاجداد کے بل بوتے پر اکڑتا اور دوسروں کو حقیر جانتا ہے۔

(۱۱)۔ بعض اوقات انسان کی خوبصورتی فخر اور غرور کا سبب بن جاتی ہے۔

۶۔ تواضع کے بارے میں اقوال

تواضع اور انکساری کے بارے میں صوفیائے کرامؒ سے بہت اچھے اقوال منسوب ہیں، جن میں سے کچھ یہ ہیں:

(۱)۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں: تواضع یہ ہے کہ انسان جس انسان سے ملے اسے خود سے بہتر سمجھے اور یہ خیال کرے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مجھ سے بہتر اور بلند درجہ ہو۔

(۲)۔ حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں: تواضع کی علامت یہ ہے کہ آدمی اپنے مقام اور حال کو اہمیت نہ

دے۔ آدمی کو جس قدر اپنے رب کی اور اپنی ذات کی معرفت حاصل ہوتی ہے وہ اسی قدر تواضع اور انکساری کرتا ہے۔

(۳)۔ حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے آپ کی کوئی قیمت سمجھتا ہے، اس میں ذرہ بھر تواضع نہیں ہوتی۔

(۴)۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں: تواضع اور انکساری یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے سامنے جھک جائے اور اس سے نرم رویہ اپنائے۔

(۵)۔ حضرت یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں کہ تواضع ہر شخص میں ہونی چاہیے لیکن امیر لوگوں میں بہت اچھی ہوتی ہے۔ تکبر ہر شخص کے لیے برا ہے لیکن فقیروں کے لیے بہت ہی برا ہے۔

(۶)۔ حضرت حمدون قصارؒ فرماتے ہیں: تواضع یہ ہوتی ہے کہ تم خود کو ایسا سمجھو کہ دین اور دنیا میں لوگوں کو تیری ضرورت ہی نہیں ہے۔

(۷)۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں: اصل تواضع یہ ہے کہ تم اس شخص کو اپنے اوپر ترجیح دو جو دنیاوی نعمتوں میں تم سے کم ہو، یہاں تک کہ وہ یقین کر لے کہ تمہیں اپنی دنیا کی وجہ سے اس پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔

۷۔ تواضع کے واقعات

تواضع کرنے والوں کے کچھ نصیحت آموز واقعات نقل کیے جاتے ہیں تا کہ ہم ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔

(۱)۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور ان کے کندھوں پر پانی کا مشکیزہ لٹکا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا! اے امیر المومنین! یہ تو مناسب نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب سے میرے پاس وفد آنے لگے ہیں جو میری بات سنتے ہیں اور میری اطاعت کرتے ہیں تو میرے دل میں کچھ بڑائی سی پیدا ہونے لگی ہے، لہٰذا میں نے خیال کیا کہ اسے ختم کر دوں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ مشکیزہ لے کر انصار کی ایک عورت کے گھر تشریف لے گئے اور پانی ان کے برتن میں ڈال دیا۔

(۲)۔ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا، جسے اس کے گناہوں کی کثرت کی وجہ سے فاسق اور فاجر کہا جاتا تھا۔ ایک دن وہ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرا جو قوم بنی اسرائیل میں عابد (بہت زیادہ عبادت کرنے والا)

کے نام سے مشہور تھا۔ اس فاجر اور فاسق کی شہرت رکھنے والے نے اپنے دل میں سوچا کہ میں گناہگار ہوں اور یہ شخص قوم کا عابد ہے۔ اس کے پہلو میں اگر بیٹھوں تو اس کی برکت سے شاید اللہ پاک مجھے بخش دے۔ اس خیال کے آتے ہی وہ اس عابد کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ عابد کے دل میں خیال آیا کہ میں قوم کا عابد اور یہ فاسق ہے، یہ کیسے میرے ساتھ بیٹھ سکتا ہے۔ اس سے کہا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے پیغمبر علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اس عابد سے کہہ دو کہ میں نے غرور کے سبب اس کے تمام نیک اعمال ختم کر دیے اور اس گناہ گار کو عاجزی اور انکساری کی وجہ سے بخش دیا ہے۔

(۳)۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو پتہ چلا کہ ان کے بیٹے نے ایک ہزار درہم کی انگوٹھی خریدی ہے۔ اس پر انہوں نے اپنے بیٹے کو خط لکھا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ تو نے ایک ہزار درہم کی انگوٹھی خریدی ہے۔ میرے اس خط کے پہنچتے ہی انگوٹھی فروخت کر دو، اس رقم سے ہزار آدمی کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دو اور صرف دو درہم کی انگوٹھی خرید کر پہن لو۔ پھر اس کا نگینہ چینی لوہے کا ہونا چاہیے جس پر لکھواؤ کہ اللہ پاک ایسے شخص پر رحم فرمائے جو اپنی حیثیت کو پہچانتا ہے۔

(۴)۔ حضرت فضیل بن عیاضؒ کی تواضع اور انکساری کا یہ عالم تھا کہ حضرت شعیب بن حربؒ فرماتے ہیں کہ میں طواف کر رہا تھا، اچانک کسی شخص نے مجھے متوجہ کیا۔ میں نے دیکھا تو حضرت فضیل بن عیاضؒ تھے اور انہوں نے فرمایا اے صالح! شاید حج کے لیے آنے والوں میں سے سب زیادہ گناہگار ہم ہی ہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ سے انتہائی عاجزی اور انکساری سے اپنے گناہوں سے توبہ کرنی چاہیے۔

(۵)۔ حضرت عمر بن شیبہؒ کہتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں صفا اور مروہ کے درمیان سعی میں مصروف تھا۔ اتنے میں میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنے خچر پر سوار چلا آ رہا ہے۔ اس کے آگے آگے نوکر چل رہے تھے۔ جو لوگوں کو برا بھلا کہتے اور انہیں راستہ چھوڑنے پر مجبور کرتے تھے۔ چند روز بعد میں مکہ مکرمہ سے واپس آ کر بغداد پہنچا۔ وہاں میں نے اسی شخص کو دیکھا، ننگے پاؤں اور ننگے سر پھر رہا تھا، سر اور داڑھی کے بال بے تحاشا بڑھے ہوئے تھے۔ میں اسے غور سے دیکھنے لگا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کیا دیکھ رہے ہو؟ میں نے کہا ایک شخص تم سے بڑی مشابہت رکھتا ہے۔ میں نے اسے مکہ مکرمہ میں دیکھا تھا۔ اس شخص نے جواب دیا کہ میں وہی شخص ہوں۔ میں اس کی موجودہ حالت پر حیران ہوا تو اس نے کہا: میں نے ایسی جگہ برتری کا مظاہرہ کیا تھا جہاں لوگ تواضع اور انکساری کرتے ہیں۔ اس لیے اللہ پاک نے مجھے ایسی

جگہ گرا دیا جہاں لوگ سر اٹھا کر چلتے ہیں۔

(۶)۔ حضرت شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ بارش کا قطرہ جب بادل سے ٹپکا تو نیچے دریا کی وسعت دیکھ کر شرمندہ سا ہو گیا اور خود کو حقیر سمجھنے لگا کہ دریا کے سامنے میری کیا حقیقت ہے۔ اللہ پاک کو اس کی عاجزی پسند آ گئی۔ سیپ نے اپنا منہ کھولا تو یہ قطرہ سیپ کے منہ میں چلا گیا اور قدرت نے پانی کے اس قطرہ کو بادشاہ کے تاج کا موتی بنا دیا۔ جو عاجزی اختیار کرتا ہے وہ سربلند کر دیا جاتا ہے۔

(۷)۔ ایاز، سلطان محمود غزنویؒ کا خادم تھا۔ پھر ترقی کرتے کرتے اس کا پسندیدہ وزیر بن گیا۔ ایاز کی کامیابیاں حاسد درباریوں کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھیں۔ وہ موقع کی تلاش میں رہتے تھے کس طرح ایاز کو محمود کی نظروں سے گرا دیں۔

ایاز کا معمول تھا کہ روزانہ مخصوص وقت میں ایک کمرے میں چلا جاتا اور کچھ دیر گزار کر واپس آ جاتا۔ درباریوں نے سلطان محمود سے شکایتیں کرنا شروع کر دیں کہ ضرور ایاز نے شاہی خزانے میں خرد برد کر کے مال جمع کر رکھا ہے جسے دیکھنے کے لیے کمرہ خاص میں جاتا ہے۔ وہ کمرے کو تالا لگا کر رکھتا ہے۔ کسی اور کو اندر داخل نہیں ہونے دیتا۔

محمود غزنوی کو ایاز پر مکمل اعتماد تھا مگر درباریوں کے مطمئن کرنے کے لیے ایک وزیر کو کہا کہ اس کمرے کا تالا توڑ ڈالو، وہاں جو کچھ ملے وہ تمہارا ہے۔ وزیر اور دیگر درباری خوشی خوشی ایاز کے کمرے میں جا گھسے، مگر انہیں وہاں ایک پرانے بوسیدہ لباس اور چپلوں کے سوا کچھ بھی نہ ملا۔ سلطان محمود غزنوی نے ایاز سے ان کپڑوں اور چپلوں کے بارے میں پوچھا تو ایاز نے جواب دیا کہ یہ میری غلامی کے دور کی یادگار ہیں، جنہیں دیکھ کر میں اپنی اوقات یاد رکھتا ہوں اور خود کو موجودہ عروج پر تکبر میں مبتلا نہیں ہونے دیتا۔

۱۰

مقام سخاوت

۱۔ سخاوت کا مفہوم

(۱)۔ سخاوت کے معنی یہ ہیں کہ مناسب موقعوں پر انسان اپنا ہاتھ اور دل کھلا کر لے اور وہ مالی وسائل جو اس کے اختیار میں ہیں انہیں صرف اپنی ذات تک محدود نہ رکھے بلکہ ان سے دوسروں کی مدد کرے۔ سخاوت کا الٹ بخل اور کنجوسی ہے۔

(۲)۔ سخاوت سے مراد صرف وہ مال مراد ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشی کے لیے خرچ کیا جاتا ہے۔ یہ وہ مال ہوتا ہے جو اللہ پاک کی محبت اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے نکالا جاتا ہے۔ اِس سے مراد رفاہی اور فلاحی اداروں کے وہ عطیات نہیں جو نمود و نمائش (تشہیر) کے لیے خرچ کیے جاتے ہیں۔

(۳)۔ انسان اپنی کسی چیز کا ضرورت کے باوجود کسی دوسرے شخص کو دے دینا ایثار کہلاتا ہے۔ اپنے مال یا اپنی کسی چیز کو جس کی خود اس کو بھی ضرورت ہو، لیکن اپنے ضرورت پر دوسرے کی ضرورت کو ترجیح دیتے ہوئے وہ چیز دوسروں کو دینا ایثار ہے۔

(۴)۔ سخاوت اور ایثار رقم خرچ کرنے کا ہی نام نہیں بلکہ یہ تو غربت میں بھی ممکن ہے۔ انفاق (اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا) درحقیقت اللہ تعالیٰ سے متعلق ایک دلی جذبے کا نام ہے جس کا اظہار امیری اور غربت دونوں میں ہوسکتا ہے۔

۲۔ سخاوت قرآن پاک کی روشنی میں

قرآن پاک میں سخاوت کا لفظ استعمال نہیں ہوا لیکن یہ معنی دوسری مختلف تعبیرات مثلاً صدقہ، دوسروں کی مدد کرنا، انفاق فی سبیل اللہ اور بخل کی مذمت وغیرہ کے ذریعہ زیر بحث آیا ہے۔ جیسا کہ

(۱)۔ اِنَّ اللّٰہَ یَجۡزِی الۡمُتَصَدِّقِیۡن. (سورۃ یوسف، آیت: ۸۸)
(اللہ تعالیٰ خیرات کرنے والوں کو اچھا بدلہ دیتا ہے)

(۲)۔ وَفِیۡۤ اَمۡوَالِہِمۡ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ. (سورۃ الذاریات، آیت: ۱۹)
(اور ان کے مالوں میں سوال (مانگنے والے) کرنے والے اور محتاج (ضرورت مند) کا حق ہے)

(۳)۔ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَ یَوۡمٌ لَّا بَیۡعٌ فِیۡہِ وَلَا خُلَّۃٌ وَّلَا شَفَاعَۃٌ. (سورۃ البقرہ، آیت: ۲۵۴)

(اے لوگوں جو ایمان لائے ہو، جو مال تم کو بخشا ہے، اس میں سے خرچ کرو اس دن سے پہلے پہلے جس

میں نہ خرید و فروخت ہوگی، نہ دوستی کام آئے گی اور نہ ہی سفارش چلے گی)

(۴)۔ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ. (سورۃ المنافقون، آیت:۱۰)

(جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جائے اور اس وقت وہ کہے کہ اے رب، کیوں نہ تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت اور دے دی کہ میں صدقہ دیتا)

(۵)۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ. (سورۃ البقرہ، آیت:۲۶۴)

(اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دکھ دے کر اس شخص کی طرح خاک میں نہ ملا دو، جو اپنا مال محض لوگوں کے دکھانے کو خرچ کرتا ہے اور نہ اللہ پاک پر ایمان رکھتا ہے، نہ آخرت پر)

۳۔ سخاوت احادیث کی روشنی میں

ہمارے پیارے نبی اکرم ﷺ نے مومنین کو بار بار سخاوت کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس پر اجر اور ثواب کی خوش خبری دی۔ آپ ﷺ کی ان بے شمار احادیث میں کچھ یہ ہیں:

(۱)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "يَقُولُ الْعَبْدُ مَالِي مَالِي، إِنَّمَا لَهُ مِنْ مَالِهِ ثَلَاثٌ مَا أَكَلَ. فَأَفْنَى أَوْ لَبِسَ فَأَبْلَى أَوْ أَعْطَى، فَاقْتَنَى وَمَا سِوَى ذَٰلِكَ، فَهُوَ ذَاهِبٌ وَتَارِكُهُ لِلنَّاسِ". (صحیح مسلم، ج:۳، رقم الحدیث:۲۹۲۱)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بندہ کہتا ہے میرا مال حالانکہ اس کے مال میں سے اس کی صرف تین چیزیں ہیں:

(i)۔ جو کھایا اور ختم کر لیا۔

(ii)۔ جو پہنا اور پرانا کر لیا۔

(iii)۔ جو اس نے اللہ پاک کے راستہ میں دیا۔ یہ اس نے آخرت کے لیے جمع کر لیا۔

اس کے علاوہ تو صرف جانے والا اور لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔

(۲)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي مَجْهُودٌ، فَأَرْسَلَ إِلَى بَعْضِ نِسَائِهِ، فَقَالَتْ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِي إِلَّا

مَاءٌ، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى أُخْرَى، فَقَالَتْ: مِثْلَ ذَلِكَ حَتَّى قُلْنَ كُلُّهُنَّ مِثْلَ ذَلِكَ لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِي إِلَّا مَاءٌ، فَقَالَ: "مَنْ يُضِيفُ هَذَا اللَّيْلَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ؟"، فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَانْطَلَقَ بِهِ إِلَى رَحْلِهِ، فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ: هَلْ عِنْدَكِ شَيْءٌ؟، قَالَتْ: لَا إِلَّا قُوتُ صِبْيَانِي، قَالَ: فَعَلِّلِيهِمْ بِشَيْءٍ، فَإِذَا دَخَلَ ضَيْفُنَا فَأَطْفِئِي السِّرَاجَ وَأَرِيهِ أَنَّا نَأْكُلُ، فَإِذَا أَهْوَى لِيَأْكُلَ فَقُومِي إِلَى السِّرَاجِ حَتَّى تُطْفِئِيهِ، قَالَ: فَقَعَدُوا وَأَكَلَ الضَّيْفُ، فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "قَدْ عَجِبَ اللَّهُ مِنْ صَنِيعِكُمَا بِضَيْفِكُمَا اللَّيْلَةَ". (صحیح مسلم، ج:۳، رقم الحدیث:۸۶۲)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا: میں فاقہ سے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیویوں (ازدواج مطہرات رضی اللہ عنہن) میں سے کسی کی طرف ایک آدمی بھیجا تو زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میرے پاس سوائے پانی کے اور کچھ نہیں ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دوسری زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجا تو انہوں نے بھی اسی طرح کہا۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب بیویوں نے یہی جواب دیا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میرے پاس سوائے پانی کے اور کچھ نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی آج رات اس مہمان کی مہمان نوازی کرے گا، اللہ تعالی اس پر رحم فرمائے گا۔

انصار میں سے ایک آدمی نے عرض کیا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اس خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ پھر وہ انصاری اس مہمان کو اپنے گھر لے گیا۔ اس نے اپنی بیوی سے پوچھا: کیا تیرے پاس کھانے کے لیے کچھ ہے؟ وہ کہنے لگی کہ سوائے میرے بچوں کے کھانے کے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ انصاری نے کہا: ان بچوں کو کسی چیز سے بہلا دو اور جب مہمان اندر آجائے تو چراغ بجھا دینا اور اس پر یہ ظاہر کرنا کہ ہم بھی کھانا کھا رہے ہیں۔ مہمان کے ساتھ سب گھر والے بیٹھ گئے اور کھانا صرف مہمان ہی نے کھایا۔ پھر جب صبح ہوئی اور وہ دونوں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے آج رات اپنے مہمان کے ساتھ جو سلوک کیا ہے، اس پر اللہ تعالی نے تعجب کیا ہے)

(۳)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ عَنْ مِيتَةِ السُّوءِ". (جامع ترمذی، ج:۱، رقم الحدیث:۶۴۵)

(حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کو بجھاتا اور بری موت کو دور کرتا ہے)

(۴)۔ عَنْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ، رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ، فَهُوَ يَقُومُ بِهِ، آنَاءَ اللَّيْلِ، وَآنَاءَ النَّهَارِ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا، فَهُوَ يُنْفِقُهُ، آنَاءَ اللَّيْلِ، وَآنَاءَ النَّهَارِ". (صحیح مسلم، ج:۱، رقم الحدیث:۱۸۸۸)

(حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو آدمیوں کے سوا کسی پر رشک کرنا جائز نہیں۔ایک وہ آدمی کہ جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا علم عطا فرمایا ہو اور وہ رات دن اس پر عمل کرنے کے ساتھ اس کی تلاوت کرتا ہو۔دوسرا وہ آدمی کہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا ہو اور وہ رات اور دن اسے اللہ پاک کے راستہ میں خرچ کرتا ہو)

(۵)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَصَدَّقُوا"، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! عِنْدِي دِينَارٌ، قَالَ: "تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى نَفْسِكَ"، قَالَ: عِنْدِي آخَرُ، قَالَ: "تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى زَوْجَتِكَ"، قَالَ: عِنْدِي آخَرُ، قَالَ: "تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى وَلَدِكَ"، قَالَ: عِنْدِي آخَرُ، قَالَ: "تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى خَادِمِكَ"، قَالَ: عِنْدِي آخَرُ، قَالَ: "أَنْتَ أَبْصَرُ". (سنن نسائی، ج:۲، رقم الحدیث:۲۴۴۶)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صدقہ دو۔ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے پاس ایک دینار ہے (جسے میں خرچ کرنا چاہتا ہوں اسے کہاں خرچ کروں؟)؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے اپنی بیوی پر خرچ کرو۔اس نے عرض کیا: میرے پاس ایک اور دینار ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے اپنی اولاد پر خرچ کرو۔اس نے کہا کہ میرے پاس ایک اور دینار ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے اپنے خادم پر خرچ کرو۔پھر اس نے کہا کہ میرے پاس ایک اور دینار ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اب تم اس بارے میں زیادہ جان سکتے ہو)

(۶)۔ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ". (صحیح بخاری، ج:۱، رقم الحدیث:۱۳۷۰)

(حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اوپر والا ہاتھ

نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے (صدقہ دینے والا ہاتھ صدقہ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے) اور صدقہ شروع کر ان لوگوں سے جن کا خرچہ تیرے ذمہ ہو اور بہتر صدقہ وہ ہے جو ان لوگوں پر کیا جائے جن کا خرچہ کا ذمہ دار انسان خود ہوتا ہے۔ جو کوئی سوال سے بچنا چاہے گا اسے اللہ تعالیٰ بھی محفوظ رکھتا ہے اور جو دوسروں (کے مال) سے بے نیاز رہتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ بے نیاز ہی بنا دیتا ہے)

(۷)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ، إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ، فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا: اللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَيَقُولُ الْآخَرُ اللّٰهُمَّ: أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا". (صحیح مسلم، ج:۱، رقم الحدیث:۲۳۲۹)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر دن جس میں بندے صبح کرتے ہیں دو فرشتے اترتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے، یا اللہ! خرچ کرنے والوں کو اچھا بدلہ عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے، اے اللہ! کنجوس کو ہلاک کرنے والا مال عطا کر)

۴۔ سخاوت کی برکات

سخاوت کی بہت برکات ہیں جو یہ ہیں:

(۱)۔ سخاوت کی سب سے بڑی برکت یہ ہے کہ یہ آدمی کے دل کو اللہ پاک کے ساتھ اس طرح جوڑ دیتی ہے۔

(۲)۔ نماز اور سخاوت، دونوں چیزیں درحقیقت وہ دو بنیادیں ہیں جن پر اللہ پاک اور اس کی مخلوق کے ساتھ آدمی کے تعلقات کی عمارت قائم ہوتی ہے۔

(۳)۔ سخاوت دین کے دوسرے تمام عقائد اور اعمال کے لیے غذا اور پانی کی مانند ہے۔ اس سے آدمی کی کمزور نیکیاں جڑ پکڑ لیتی ہیں۔ اس کے وہ عقیدے مضبوط ہو جاتے ہیں جو ابھی اچھی طرح دل میں راسخ (پکے) نہیں ہوئے ہوتے ہیں۔

(۴)۔ سخاوت کرنے سے مال میں دنیا اور آخرت میں برکت ہوتی ہے۔

۵۔ سخاوت کی شرائط

سخاوت کی بہت سی شرائط ہیں جن کا ہمیں خیال رکھنا چاہیے:

(۱)۔ سخاوت کی اہم ترین شرط یہ ہے کہ وہ صرف اور صرف اللہ پاک کی رضا مندی، خوشی اور آخرت کی طلب کے لیے ہو۔ نہ دنیا کی شہرت اور دکھاوا مقصد ہو اور نہ ہی کوئی دوسرا دنیاوی لالچ۔

(۲)۔ سخاوت کی شرط ہے کہ وہ حلال مال سے ہو۔حرام مال کا دیا ہوا صدقہ اللہ پاک قبول نہیں کرتا۔

(۳)۔ سخاوت وہی قابل قبول ہوتی ہے جو اعلیٰ اخلاق کے ساتھ کی جائے۔سخاوت کر کے احسان جتلانے اور تکلیف دینے سے اللہ تعالیٰ نے سختی سے منع فرمایا ہے۔

(۴)۔ سخاوت کی یہ بھی شرط ہے کہ مال صرف حق داروں ہی پر خرچ کرے۔جو شخص جان بوجھ کر اپنا صدقہ کسی غیر مستحق کو دیتا ہے وہ اپنا صدقہ ضائع کر دیتا ہے۔

۶۔ سخاوت کے بارے میں اقوال

سخاوت کے بارے میں اہل سخاوت سے بہت اعلیٰ اقوال منسوب ہیں، جو سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں:

(۱)۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سخی آدمی نے جب کسی سے اپنا حق لینا ہوتا ہے تو اپنی سخاوت کی وجہ سے اپنے حق میں سے کچھ معاف کر دیتا ہے۔

(۲)۔ حضرت علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو انسان مانگنے پر کسی کی مدد کرتا ہے وہ سخی نہیں ہوتا بلکہ سخی وہ ہے، جو اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے حقوق مانگنے اور توجہ دلانے سے پہلے ہی ادا کر دے۔کسی کی مدد کرنے کے بعد دل میں بھی یہ خواہش نہیں رکھنی چاہیے کہ لینے والا اس کا شکریہ ادا کرے۔

(۳)۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جو انسان سخی نہیں ہوتا، وہ زندگی میں کبھی بھی انصاف نہیں کر پاتا کیونکہ وہ اپنی کنجوسی کی وجہ سے ہمیشہ اپنے حق سے زیادہ لینے کی کوشش کرتا ہے۔

(۴)۔ حضرت حسین واعظ کاشفیؒ فرماتے ہیں کہ انسان سخاوت سے شریف اور عبادت سے نیک بنتا ہے اور جس شخص میں یہ دونوں صفتیں (خوبیاں) نہ ہوں اس کی زندگی اور موت دونوں برابر ہیں۔

(۵)۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ انسان کے نفس کا دوسروں کی چیزوں کی طرف توجہ نہ کرنا، مال کی سخاوت کرنے سے بہتر ہے۔

(۶)۔ حضرت ابو علی دقاقؒ فرماتے ہیں کہ سخاوت یہ نہیں ہے کہ غیر ضروری چیزیں دوسروں کو دی جائیں بلکہ سخاوت تو یہ ہے کہ اپنی ضرورت کے باوجود دوسروں کی مدد کی جائے۔

(۷)۔ حضرت سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ خود ضرورت مند ہونے کے باوجود دوسروں کی ضروریات کو اپنی ضرورت پر مقدم رکھنا سخاوت اور ایثار ہے۔

۷۔ اہلِ سخاوت کے واقعات

نصیحت حاصل کرنے کے لیے اہلِ سخاوت کی سخاوت کے چند واقعات نقل کیے جاتے ہیں:

(۱)۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک فقیر آیا۔ آپ رضی اللہ عنہا روزہ دار تھیں۔ گھر میں ایک روٹی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنی ملازمہ سے کہا کہ یہ روٹی فقیر کو دے دو۔ وہ بولی آپ رضی اللہ عنہا کے افطار کے لیے کچھ نہیں ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ دیدو۔ ملازمہ نے وہ روٹی فقیر کو دے دی۔ (موطا امام مالک، ج:۱، رقم الحدیث: ۱۷۲۸)

(۲)۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ ایک شخص آپ رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آیا اور اس نے کہا: اے فرزند پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے چار سو درہم کی ضرورت ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فوراً چار سو درہم گھر سے منگوا کر دے دیے اور خود رونے لگے۔ لوگوں نے رونے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میں اس بات پر رو رہا ہوں کہ مجھے چاہیے تھا کہ مانگنے سے پہلے ہی اس کی ضرورت پوچھتا اور پوری کر دیتا۔ اس بات کی ضرورت ہی پیش نہ آتی کہ وہ میرے سامنے آکر سوال کرتا اور مدد کے لیے ہاتھ پھیلاتا۔

(۳)۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو مچھلی کھانے کی خواہش ہوئی۔ میں نے سارے شہر میں تلاش کی مگر کہیں سے دستیاب نہ ہوئی۔ چند روز کے بعد مچھلی ملی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے کباب تیار کرنے کا حکم دیا۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے کباب تیار کر کے آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھے تو آپ رضی اللہ عنہ اس قدر خوش ہوئے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی خوشی چہرے سے صاف نمایاں ہو رہی تھی۔ اتنے میں ایک مانگنے والے نے دروازے پر آکر آواز دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ یہ کباب اس سائل کو دے دو۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے بہت کہا کہ اتنے دنوں سے آپ رضی اللہ عنہ کو مچھلی کا شوق تھا، بڑی مشکل سے دستیاب ہوئی ہے، سائل کو اور کوئی چیز دے دیتے ہیں لیکن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جس کسی کو کوئی خواہش ہو اور وہ اس خواہش کو پالے اور پھر اس سے اپنا ہاتھ روک کر دوسرے کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دے کر وہ چیز اسے دے دے تو اللہ پاک اس کو بخش دے گا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد پیش کر کے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اس مچھلی کی خواہش کو اپنے دل سے نکال دیا ہے اور اب اس کا کھانا میرے لیے اچھا نہیں ہے، اسے اس سائل ہی کو دے دو۔

(۴)۔ ایک دفعہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو ان کے رشتہ دار اور دوست عیادت (بیمار پرسی) کے لیے نہ آ سکے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کے مقروض ہیں، اس شرمندگی کی وجہ سے نہیں آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فوراً حکم دیا کہ اعلان کر دیا جائے سعد (رضی اللہ عنہ) کا جو بھی مقروض ہے، اسے سارا قرض معاف کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد عیادت کے آنے والوں کی قطاریں بندگئیں۔

(۵)۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عابد (عبادت کرنے والے) نے ستر سال تک اللہ پاک کی عبادت کی۔ پھر وہ ایک گناہ میں مبتلا ہو گیا تو اللہ پاک نے اس کی تمام نیکیاں ضائع کر دیں۔ کچھ دنوں بعد اسے ایک ایسی بیماری لاحق ہو گئی جس کے باعث وہ چلنے پھرنے سے معذور (بے بس) ہو گیا۔ ایک دن اس نے دیکھا کہ ایک شخص روٹیاں تقسیم کر رہا ہے، کوشش کر کے اس نے بھی ایک روٹی حاصل کر لی۔ ابھی اس نے روٹی کھانا شروع بھی نہ کی تھی کہ اسے ایک مسکین (غریب) نظر آیا۔ اس نے وہ روٹی اس مسکین کو دے دی اور خود بھوکا ہی رہا۔ اللہ پاک کی بارگاہ میں اس کا یہ عمل ایسا مقبول ہوا کہ اس کی مغفرت کر دی گئی اور اسے ستر سالہ عبادت کا ثواب بھی لوٹا دیا گیا۔

(۶)۔ حضرت ابوالحسن بوشنجیؒ ایک مرتبہ غسل خانہ میں تھے، اسی دوران ایک شاگرد کو آواز دی کہ میری قمیض فلاں شخص کو دے دو۔ عرض کیا گیا، اتنی جلدی کیا تھی، باہر آ کر دے دیتے؟ آپؒ نے فرمایا، مجھے اپنے نفس پر بھروسہ نہیں، کیا پتا بعد میں ارادہ ہی بدل جاتا۔

(۷)۔ ایثار نہ صرف انسان کے ساتھ بلکہ حیوان کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ اپنی زمین میں گئے۔ وہاں ایک کھجور کے باغ میں ٹھہرے۔ آپؓ نے ایک حبشی ملازم کو دیکھا جو باغ میں کام کر رہا تھا۔ باغ میں ایک کتا داخل ہوا، اس ملازم کے قریب آیا۔ ملازم نے اس کتے کی جانب کھانے کا ایک لقمہ ڈال دیا، پھر دوسرا اور پھر تیسرا حتیٰ کہ وہ ڈالتا رہا اور کتا کھاتا رہا اور سارا کھانا ختم ہو گیا۔ حضرت عبداللہؓ یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ آپؓ نے پوچھا اے خادم! تمہاری روزانہ کتنی خوراک ہے؟ اس نے کہا: یہی جو آپؓ نے دیکھی۔ آپؓ نے فرمایا: تم نے اسے کتے کو کیوں ڈال دیا۔ ملازم نے جواب دیا کہ یہاں کتے نہیں ہوتے، شاید یہ دور دراز علاقہ سے آیا تھا۔ مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ میں تو پیٹ بھر کر کھاؤں اور یہ بھوکا رہ جائے۔ آپؓ نے پوچھا کہ تم آج کیا کھاؤ گے؟ اس نے کہا: میں ایسے ہی گزارا کر لوں گا۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا، یہ سخاوت اور ایثار کی حد ہے۔ یہ خادم تو مجھ سے بھی زیادہ سخی ہے۔

۱۱

مقام ذکر

۱۔ ذکر کا مفہوم

(۱)۔ ذکر کا لغوی معنی زبان سے یاد کرنا، اللہ پاک کی یاد، تسبیح اور دعا ہے۔تصوف کی اصطلاح میں ہر وہ بات جس سے اللہ پاک کی یاد آئے ذکر کہلاتی ہے۔صوفیائے کرامؒ کے مطابق ذکر یہ ہے کہ سالک اللہ پاک کی یاد میں اس قدر کھو جائے کہ غیر اللہ کو بھول جائے۔اسی یاد سے دل خدا کا قرب اور معیت حاصل کرے۔لہٰذا پوری توجہ سے یاد الٰہی میں اس طرح منہمک ہو جانا کہ اپنی ذات سے بھی بے خبر ہو جائے، حقیقی ذکر ہے۔

(۲)۔ ذکر عبادات دین اسلام میں سے ایک عبادت ہے۔ذکر اللہ پاک کے پاک ناموں کی تکرار، آیات قرآنی یا کتب وحدیث میں مذکور دعاؤں کے بآواز بلند یا آہستہ پڑھنے کو کہا جاتا ہے۔

(۳)۔ ذکر کا مقصد سالک کو نفس امارہ کی غلامی سے نکال کر نفس کے مالک کا بندہ بنانا ہے۔اس لیے اس میں ترتیب کے ساتھ بندے کو نفس سے نکالنے اور اس کو حق کے پاس لے جانے کا خیال رکھا جاتا ہے۔

(۴)۔ حضور نبی کریم ﷺ نے مختلف مواقع پر متعدد اذکار کو جمع فرمایا ہے۔ہر ذکر میں ایک راز ہوتا ہے جو دوسرے میں نہیں ہوتا۔اس لیے کوئی ایک ذکر کافی نہیں ہوتا۔مسلسل ایک ہی ذکر کرتے رہنا عام طور پر محض آواز ہو کر رہ جاتا ہے۔بدل بدل کر ذکر کرنا سالک کے نفس کو ہوشیار اور خوابیدہ کو بیدار کرتا ہے۔

۲۔ ذکر قرآن مجید کی روشنی میں

اللہ پاک نے اپنی پاک کتاب قرآن مجید میں کئی جگہ ذکر کو بیان فرمایا ہے۔وہ آیات جن میں اس کا ذکر ہے سے کچھ یہ ہیں:

(۱)۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ۔(سورۃ الرعد، آیت:۲۸)

(وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دلوں کو اللہ پاک کے ذکر سے اطمینان ملتا ہے۔خبردار! اللہ تعالیٰ کی یاد ہی سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے)

(۲)۔ فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ۔(سورۃ البقرہ، آیت:۱۵۲)

(پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا، میرا شکر ادا کرو اور میری ناشکری نہ کرو)

(۳)۔ وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا۔(سورۃ الاحزاب، آیت:۳۵)

(اور اللہ پاک کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد ہوں یا ذکر کرنے والی عورتیں، ان سب کے لیے اللہ نے مغفرت اور شاندار اجر تیار کر رکھا ہے)

(۴)۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۔(سورۃ المزمل، آیت:۸)

(اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرو اور سب سے الگ ہو کر پورے کے پورے اسی کے ہو رہو)

(۵)۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۔(سورۃ النور، آیت:۳۷)

(ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ پاک کے ذکر سے غافل نہیں کرتی)

۳۔ ذکر حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں

حضور نبی کریم ﷺ نے جا بجا ذکر الٰہی کی اہمیت کو بیان فرمایا ہے، چند احادیث یہ ہیں:

(۱)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوا "، قَالُوا: وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ: " حِلَقُ الذِّكْرِ ".

(جامع ترمذی، ج:۲، رقم الحدیث:۱۴۶۵)

(حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم جنت کے باغوں پر سے گزرو تو وہاں چرا کرو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: جنت کے باغ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ذکر کی مجلسیں)

(۲)۔ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ وَأَرْفَعِهَا لِدَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٍ لَكُمْ مِنْ إِعْطَاءِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ وَخَيْرٍ لَكُمْ مِنْ أَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا رِقَابَهُمْ وَيَضْرِبُونَ رِقَابَكُمْ ذِكْرُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ".(مسند احمد، ج:۹، رقم الحدیث:۳۶۳۷)

(حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں تمہارے مالک کی نگاہوں میں سب سے بہتر عمل جو درجات میں سب سے زیادہ بلندی کا سبب ہو، تمہارے لیے سونا چاندی خرچ کرنے سے بہتر ہو اور اس سے بہتر ہو کہ میدان جنگ میں دشمن سے آمنا سامنا ہو اور تم ان کی گردنیں اڑاؤ اور وہ تمہاری گردنیں اڑائیں، نہ بتادوں؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون سا عمل ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر)

(۳)۔ عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَنْ أَفْضَلِ الْإِيمَانِ؟ قَالَ: "أَنْ تُحِبَّ لِلّٰهِ وَتُبْغِضَ لِلّٰهِ وَتُعْمِلَ لِسَانَكَ فِي ذِكْرِ اللّٰهِ". (مسند احمد، ج:۹، رقم الحدیث: ۲۱۸۷)

(حضرت معاذ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: سب سے افضل ایمان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لیے محبت اور نفرت کرو اور اپنی زبان کو ذکر الٰہی میں مصروف رکھو)

(۴)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا يَذْكُرُونَ اللّٰهَ فِيهِ، إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَتَغَشَّتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَتَنَزَّلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ". (سنن ابن ماجہ، ج:۳، رقم الحدیث: ۶۷۱)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو قوم بھی کسی مجلس میں یاد الٰہی میں مشغول ہو، فرشتے اسے گھیر لیتے ہیں۔ رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینہ (تسلی اور طمانیت قلب) اترتی ہے اور اللہ پاک اپنے پاس والے (مقرب) فرشتوں میں انکا ذکر فرماتا ہے)

(۵)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً يَطُوفُونَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُونَ أَهْلَ الذِّكْرِ، فَإِذَا وَجَدُوا قَوْمًا يَذْكُرُونَ اللّٰهَ تَنَادَوْا: هَلُمُّوا إِلَى حَاجَتِكُمْ، قَالَ: فَيَحُفُّونَهُمْ بِأَجْنِحَتِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، قَالَ: فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ مِنْهُمْ مَا يَقُولُ عِبَادِي ؟ قَالُوا: يَقُولُونَ يُسَبِّحُونَكَ، وَيُكَبِّرُونَكَ، وَيَحْمَدُونَكَ، وَيُمَجِّدُونَكَ، قَالَ: فَيَقُولُ: هَلْ رَأَوْنِي ؟ قَالَ: فَيَقُولُونَ: لَا وَاللّٰهِ مَا رَأَوْكَ، قَالَ: فَيَقُولُ: وَكَيْفَ لَوْ رَأَوْنِي ؟ قَالَ: يَقُولُونَ: لَوْ رَأَوْكَ كَانُوا أَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً، وَأَشَدَّ لَكَ تَمْجِيدًا، وَتَحْمِيدًا، وَأَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيحًا، قَالَ: يَقُولُ: فَمَا يَسْأَلُونِي ؟ قَالَ: يَسْأَلُونَكَ الْجَنَّةَ، قَالَ: يَقُولُ: وَهَلْ رَأَوْهَا ؟ قَالَ: يَقُولُونَ: لَا، وَاللّٰهِ يَا رَبِّ مَا رَأَوْهَا، قَالَ: يَقُولُ: فَكَيْفَ لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا ؟ قَالَ: يَقُولُونَ: لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا، وَأَشَدَّ لَهَا طَلَبًا، وَأَعْظَمَ فِيهَا رَغْبَةً، قَالَ: فَمِمَّ يَتَعَوَّذُونَ ؟ قَالَ: يَقُولُونَ: مِنَ النَّارِ، قَالَ: يَقُولُ: وَهَلْ رَأَوْهَا ؟ قَالَ: يَقُولُونَ: لَا، وَاللّٰهِ يَا رَبِّ مَا

رَأَوْهَا، قَالَ: يَقُولُ: فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا ؟ قَالَ: يَقُولُونَ: لَوْ رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا، وَأَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً، قَالَ: فَيَقُولُ: فَأُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ، قَالَ: يَقُولُ: مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ: فِيهِمْ فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ إِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ، قَالَ: هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ ". (صحیح بخاری، ج: ۳، رقم: ۱۳۵۷)

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے چند فرشتے ہیں جو رستوں میں گھومتے ہیں اور ذکر کرنے والوں کو ڈھونڈتے ہیں۔ جب وہ کسی قوم کو ذکر الٰہی میں مشغول پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکار کر کہتے ہیں: اپنی ضرورت کی طرف آؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ فرشتے ان کو اپنے پروں سے ڈھک لیتے ہیں اور آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کا رب پوچھتا ہے کہ میرے بندے کیا کر رہے ہیں؟ حالانکہ وہ ان کو فرشتوں سے زیادہ جانتا ہے۔ فرشتے جواب دیتے ہیں وہ تیری تسبیح و تکبیر اور حمد اور بڑائی بیان کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ فرماتا ہے: کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں: اللہ کی قسم! انہوں نے تجھے نہیں دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک فرماتا ہے: اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کیا کرتے؟ فرشتے کہتے ہیں اگر وہ تجھے دیکھ لیتے تو تیری بہت زیادہ عبادت کرتے اور بہت زیادہ بڑائی یا پاکی بیان کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک فرماتا ہے: وہ مجھ سے کیا مانگتے تھے؟ فرشتے کہتے ہیں وہ تجھ سے جنت مانگ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے: کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے؟ فرشتے کہتے ہیں: اللہ کی قسم! انہوں نے جنت نہیں دیکھی۔ اللہ پاک فرماتا ہے: اگر وہ جنت دیکھ لیتے تو کیا کرتے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو اس کے بہت زیادہ حریص ہوتے، بہت زیادہ طالب ہوتے اور اس کی طرف ان کی رغبت بہت زیادہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کس چیز سے وہ پناہ مانگ رہے تھے؟ فرشتے کہتے ہیں: جہنم سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک فرماتا ہے: انہوں نے اس کو دیکھا ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ نہیں۔ اللہ کی قسم! انہوں نے اسے نہیں دیکھا؟ اللہ پاک فرماتا ہے: اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو کیا کرتے؟ فرشتے کہتے ہیں: اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو اس سے بہت زیادہ بھاگتے اور بہت زیادہ ڈرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے

انہیں بخش دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے کہ ان میں فلاں شخص ان (ذکر کرنے والوں) میں نہیں تھا بلکہ وہ تو کسی ضرورت کے لیے آیا تھا؟ اللہ پاک فرماتا ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا)

(۶)۔ وعن عبد الله بن عمر رضی الله عنه، عن النبی صلی الله علیه و سلم، أنه كان يقول: "لكل شيء صقالة وصقالة القلوب ذكر الله وما من شيء أنجى من عذاب الله من ذكر الله". (مشکوٰۃ المصابیح، ج:۲، رقم الحدیث:۸۰۶)

(حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر چیز کے لیے صفائی ہے اور دلوں کی صفائی اللہ پاک کا ذکر ہے اور ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو ذکر الٰہی کے برابر اللہ کے عذاب سے بہت نجات دلائے)

(۷)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: "أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي، فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي، وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ". (صحیح بخاری، ج:۳، رقم الحدیث:۲۳۰۳)

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں جو میرے متعلق وہ رکھتا ہے۔ جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں۔ اگر مجھے جماعت میں یاد کرے تو میں بھی اسے اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں)

۴۔ ذکر کی اقسام

ذکر کی تین قسمیں ہیں:

(۱)۔ لسانی ذکر: لسانی ذکر سے مراد وہ ذکر ہے جو زبان سے کہا جائے۔ اس ذکر میں تسبیح و تقدیس ثناو تعریف اور درود و استغفار وغیرہ داخل ہیں۔

(۲)۔ قلبی ذکر: ذکر کی دوسری قسم دل میں اللہ پاک کو یاد کرنا ہے۔ اس ذکر میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور اس کی حکمت و قدرت میں غور وفکر کرنا نیز اس کی نعمتوں کو یاد کرنا شامل ہے۔ اسے ذکر خفی اور ذکر دوامی بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن و حدیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ذکر قلبی، ذکر لسانی سے افضل ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے۔ لوگ بلند آواز سے اللہ اکبر، اللہ اکبر کہنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اپنے اوپر نرمی کرو، کیونکہ نہ تو کسی بہرے کو پکار رہے ہو اور نہ کسی غائب کو اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے بیشک وہ سنتا ہے اور بلاشبہ وہ تم سے قریب و نزدیک ہے۔ (صحیح بخاری، ج:۲، رقم الحدیث: ۲۵۹)

یہ الگ بات ہے کہ اللہ پاک کسی سالک پر خصوصی فضل فرماتے ہوئے اسے ہر وقت لسانی ذکر کی توفیق دے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کا دل بھی ذکر میں مشغول رہے۔ حتیٰ کہ اگر اس کی زبان خاموش ہو پھر بھی دل یادِ الٰہی میں مشغول رہے، اس کو ذکرِ کثیر کہتے ہیں۔

(۳)۔ جوارحی ذکر: ذکر کی تیسری قسم اپنے بدن کے تمام اعضا سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہے۔ ذکر کی اس قسم میں جسم کے تمام اعضاو جوارح کو اللہ پاک کی عبادت اور اطاعت و فرماں برداری میں مشغول رکھا جاتا ہے۔

۵۔ ذکر کے بارے میں اقوال

ذکر کے بارے میں صوفیائے کرام سے بہت سے اقوال منسوب ہیں، جن میں کچھ حسبِ ذیل ہیں:

(۱)۔ حضرت ابوبکر شقاقیؒ بیان کرتے ہیں کہ ہر دم ذکر اور سجدے کیا کروتا کہ غنیمت کی حالت ظاہر ہو اور غیاب جاتا رہے۔ ذکر میں ہی فنا ہو جاؤ۔

(۲)۔ حضرت محمد بن فضل بلخیؒ فرماتے ہیں کہ زبان ذکر کرنا گناہوں کو مٹاتا اور درجات بلند کرتا ہے جبکہ دل کا ذکر اللہ پاک کے قریب لے جاتا ہے۔

(۳)۔ حضرت ابوالعباس احمد دینوریؒ فرماتے ہیں: کم از کم ذکر یہ ہوتا ہے کہ بندہ اللہ پاک کے علاوہ ہر چیز کو بھول جائے۔ انتہائی ذکر یہ ہے کہ ذکر کرنے والا اپنے ذکر میں ذکر ہی سے غائب ہو جائے اور مقامِ ذکر کی طرف رجوع کرنے سے اسی میں غرق ہو جائے۔

(۴)۔ حضرت واسطیؒ فرماتے ہیں کہ خوف کے غلبہ اور محبت کی شدت کے ہوتے ہوئے میدانِ غفلت سے نکل کر مشاہدہ کی کھلی فضا میں جانا ذکر کہلاتا ہے۔

(۵)۔ حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں: ذکر یہ ہوتا ہے کہ ذکر کرنے والی کی حالت ایسی ہو جائے کہ اسے اپنے ذکر کی بھی خبر نہ ہو۔

(۶)۔ حضرت ابوعثمان حیریؒ فرماتے ہیں کہ جس نے غفلت کی بیگانگی نہیں دیکھی اسے کیا معلوم کہ ذکر کا مزہ

کیا ہوتا ہے۔

(۷)۔ حضرت ابو علی دقاقؒ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک کا ذکر ولی ہونے کی دستاویز ہے۔ جس کو ذکر کی توفیق عطا ہوئی ہے، اسے ولی ہونے کی سند مل گئی ہے۔

۶۔ ذکر کے واقعات

اہل ذکر کے کچھ واقعات یوں ہیں:

(۱)۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر وقت اللہ پاک کی یاد میں مصروف رہتے تھے۔ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، کھاتے پیتے، سوتے، جاگتے، وضو کرتے، نئے کپڑے پہنتے، سواری پر سوار ہوتے، سفر میں جاتے، واپس آتے، گھر میں داخل ہوتے، گھر سے باہر جاتے، مسجد میں قدم رکھتے، غرض ہر حالت میں دل و جان سے ذکر الٰہی میں مصروف رہتے۔ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (پہرے دار کی طرح) دروازہ کے پاس سویا کرتا تھا۔ رات کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کا پانی دیا کرتا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو اٹھتے تو خاصی دیر تک پہلے سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ پڑھتے پھر سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ پڑھتے رہتے۔ (سنن نسائی، ج:۱، رقم الحدیث: ۱۶۲۳، وجامع ترمذی، ج:۲، رقم الحدیث: ۳۴۱۶، وسنن ابن ماجہ، ج:۳، رقم الحدیث: ۳، رقم الحدیث: ۷۵۹)

(۲)۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک پرندہ (وافر الجناحین) لایا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ کر فرمایا: جب کوئی جانور اپنی تسبیح یعنی ذکر ضائع کر دیتا ہے تو اسے شکار کر لیا جاتا ہے۔ جب کسی درخت کی شاخ اپنی تسبیح یعنی ذکر چھوڑ دیتی ہے تو اسے کاٹ لیا جاتا ہے۔ (ازالۃ الخفاعن خلافۃ الخلفا از شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، ج:۳، ص:۸۴)

(۳)۔ حضرت ابن سابط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں میں سے چند کا ہاتھ پکڑ کر فرماتے تھے، آؤ ہم کچھ دیر کے لیے ایمان و یقین کی باتیں کریں۔ آؤ! ہم اللہ پاک کا ذکر کر کے ایمان میں اضافہ کریں۔ آؤ! ہم اس کی اطاعت کا ذکر کریں تاکہ وہ بھی ہماری مغفرت کرتے ہوئے ہمیں یاد کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج:۹، رقم الحدیث: ۱۲۱)

(۴)۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ہمیشہ جب کسی بلندی پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب نشیب میں اترتے تو سبحان اللہ کہتے۔ (صحیح بخاری، ج:۲، رقم الحدیث: ۲۶۰)

(۵)۔ جو شخص جس چیز کو بہت زیادہ پسند کرتا ہے، اس کا ذکر بھی بہت زیادہ کرتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کو اس قدر عزیز رکھتی تھی کہ تمام چیزوں کو آپ علیہ السلام کے نام سے ہی یاد کرتی تھی۔ ایک دن اسی حال میں بیٹھی ہوئی تھی کہ درزی ان کے سامنے سلائی کر رہا تھا۔ ان کے آستن کا بٹن ٹوٹ گیا۔ دل میں سوچا کہ درزی سے کہوں کہ یہ بٹن ٹانک دے۔ ان کی زبان سے یہ نکلا کہ اے یوسف علیہ السلام! پیراہن کو سی دو۔ یادالٰہی میں سالک کو زلیخا جیسا ہونا چاہیے تا کہ مقصود کو پالے۔

(۶)۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک دفعہ اللہ پاک کے عرض کیا: اے میرے پروردگار! مجھے کوئی ایسی چیز سکھلا دے جس کے ذریعہ میں تجھے یاد کروں اور تجھ سے دعا مانگوں۔ اللہ پاک نے فرمایا: موسیٰ علیہ السلام! لا الہ الا اللہ کہو! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! یہ کلمہ تو تیرے تمام بندے ہی پڑھتے ہیں۔ میں تو کوئی ایسی چیز چاہتا ہوں جسے تو میرے ہی لیے مخصوص کر دے۔ جس میں میرا اور کوئی شریک نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام! اگر ساتوں آسمان اور میرے علاوہ ان میں رہنے والے تمام فرشتے، ساتوں زمینیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھی جائیں اور لا الہ الا اللہ اس کا ثواب دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو یقیناً ان چیزوں کے پلڑے سے لا الہ الا للہ کا پلڑا جھک جائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ج:۲، رقم الحدیث:۸۳۹)

(۷)۔ حضرت شیخ شبلیؒ کے سامنے قرآن پاک کی آیت: وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا۔ (سورۃ الکہف، آیت: ۲۴) اور جب کبھی بھول جاؤ تو اپنے رب کو یاد کر لو اور کہو: مجھے امید ہے کہ میرا رب کسی ایسی بات کی طرف رہنمائی کر دے جو ہدایت میں اس سے بھی زیادہ قریب ہو۔ تلاوت کی گئی۔ آپؒ نے فرمایا: ذکر کی شرط بھول جانا ہے جبکہ سارا عالم اس کی یاد میں محو ہے مگر انسان بھولا ہی رہتا ہے۔ یہ کہہ کر آپؒ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو کہا: اس دل پر تعجب ہے جو کلام الٰہی سن کر اپنی جگہ قائم رہے اور اس جان پر حیرانی ہے جو اللہ تعالیٰ کا کلام سن کر جسم سے نہ نکلے۔

١٢

مقام اخلاص

۱۔ اخلاص کا مفہوم

(۱)۔ اخلاص کا معنی صاف اور ملاوٹ سے پاک ہونا ہے۔ دل کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز سے پاک کر لینا اخلاص ہے۔ انسان زندگی میں جو بھی عمل کرے اور جس سطح کی اور جس شکل کی بھی عبادت کرے، اس کا دل اس عمل اور عبادت میں اس بات پر مطمئن ہو کہ میں یہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشی کے لیے کر رہا ہوں۔

(۲)۔ اخلاص یہ ہے کہ انسان کی تمام عبادات کا مقصد اللہ پاک کی رضامندی ہو نہ کہ مال اکٹھا کرنا، ریاست اور سرداری کی خواہش، اچھے عہدے کی خواہش، عزت اور خوبصورتی کی آرزو، اپنے ہم عمروں پر فوقیت، لوگوں کے نزدیک تعریف، لوگوں کی توجہ اپنی طرف کروانا، ہدیہ وتحفہ کی لالچ اور شہرت کی طلب وغیرہ۔

(۳)۔ اخلاص تمام اعمال کی روح ہے اور وہ عمل جس میں اخلاص نہ ہو اس جسم کی طرح ہے جس میں روح نہ ہو۔ اخلاص عبادت اور باقی کاموں میں روح کی حیثیت رکھتا ہے۔ انسان کی بنیادی خواہش یہی ہونی چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے اس کی خوشنودی حاصل کرے اور یہی اخلاص ہے۔

(۴)۔ اخلاص کا الٹ ریاکاری (دکھاوا) ہے۔ جب تک ریاکاری کا مفہوم انسان کے ذہن میں نہ ہو اس وقت تک اخلاص کو اچھی طرح نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس لیے ریاکاری کو صحیح طور پر سمجھ لینا چاہیے۔ ریاکاری یہ ہے کہ انسان عبادت میں اللہ پاک سے بالکل غافل ہو کر اللہ پاک کی مخلوق کی نگاہ میں اچھا اور بڑا بننے کی کوشش کرے۔

(۵)۔ انسان کا اپنے عمل (کام) میں اپنی طرف سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشی کی نیت رکھنا اور مخلوق کی خوشنودی اور رضامندی یا اپنی کسی خواہش کو اپنی نیت میں نہ ملنے دینا اخلاص ہے۔

۲۔ اخلاص قرآن پاک کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب قرآن مجید میں بار بار اخلاص اختیار کرنے کا حکم دیا ہے جس میں سے کچھ آیات یہ ہیں:

(۱)۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. (سورۃ انعام، آیت: ۱۶۲)

(کہہ دو بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ پاک ہی کے لیے ہے جو سارے

جہان کا پالنے والا ہے)

(۲)۔ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ.(سورۃ البقرہ،آیت:۲۶۵)

(اوران لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور دل کی تسکین اور یقین کے لیے خرچ کرتے ہیں اس باغ جیسی ہے جو اونچی زمین پر ہو، اس پر زوردار بارش برسے تو وہ دوگنا پھل دے اگر اس پر تیز بارش نہ بھی برسے تو پھوار ہی کافی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے)

(۳)۔ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ.(سورۃ الانعام،آیت:۷۹)

(میں نے اپنا رخ یکسو ہو کر اس کی طرف پھیر لیا ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں سے نہیں)

حضرت علامہ محمد اقبالؒ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس شان اخلاص پر کمال تبصرہ فرمایا ہے:

براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں

(۴)۔ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ .(سورۃ الحج،آیت:۳۷)

(اللہ پاک کو ان (قربانی کے جانوروں) کا گوشت پہنچتا ہے نہ خون، لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے)

(۵)۔ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًاۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ.(سورۃ التوبہ،آیت:۱۰۷)

(بعض لوگ ایسے ہیں جنہوں نے ایک مسجد بنائی اس لیے کہ حق کی دعوت کو نقصان پہنچائیں اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے کی بجائے کفر کریں اور ایمان والوں میں پھوٹ (تفرقہ اور لڑائی) ڈالیں اور اس

بظاہر عبادت گاہ کو اس شخص کے لیے مورچہ بنائیں جو اس سے پہلے اللہ پاک اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ کے لیے تیار ہو چکا ہے۔ وہ ضرور قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ہمارا ارادہ تو بھلائی کے سوا دوسری چیز کا نہ تھا مگر اللہ پاک گواہ ہے کہ وہ بلا شبہ جھوٹے ہیں)

۳۔ اخلاص احادیث کی روشنی میں

احادیث نبوی ﷺ میں اخلاص کی اہمیت کو کچھ یوں بیان کیا گیا ہے:

(۱)۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ، وَإِنَّمَا لِامْرِءٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ، فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ". (صحیح مسلم، ج: ۳، رقم الحدیث: ۴۳۰۰)

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ ہر آدمی کو وہی ملے گا جس کی وہ نیت کرے۔ جس آدمی نے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے لیے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اللہ پاک اور رسول ﷺ کے لیے ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا کمانے کی نیت سے ہو یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے، اس کی ہجرت انہی چیزوں کی طرف ہوگی)

(۲)۔ عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّمَا الدِّينُ النَّصِيحَةُ"، قَالُوا: لِمَنْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟، قَالَ: "لِلّٰهِ، وَلِكِتَابِهِ، وَلِرَسُولِهِ، وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، وَعَامَّتِهِمْ". (سنن نسائی، ج: ۳، رقم الحدیث: ۵۰۶)

(حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دین اخلاص ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کس کے ساتھ یا رسول اللہ ﷺ؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک کے ساتھ (اس کی عبادت سچے دل سے کرے) اور اس کی کتاب کے ساتھ (اس پر اخلاص کے ساتھ عمل کرے) اور اس کے رسول کے ساتھ (یقین رکھے) اور تمام مسلمانوں اور امام کے ساتھ)

(۳)۔ قَالَ أَبُو ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَخْلَصَ قَلْبَهُ لِلْإِيمَانِ، وَجَعَلَ قَلْبَهُ سَلِيمًا، وَلِسَانَهُ صَادِقًا، وَنَفْسَهُ مُطْمَئِنَّةً،

وَخَلِيقَتَهُ مُسْتَقِيمَةً، وَجَعَلَ أُذُنَهُ مُسْتَمِعَةً، وَعَيْنَهُ نَاظِرَةً". (مسند احمد، ج:۹، رقم الحدیث: ۱۴۲۲)

(حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اپنے دل کو ایمان کے لیے خالص کر لیا۔ اسے قلب سلیم (بغض، حسد اور برے کاموں سے پاک دل)، لسان صادق (سچ بولنے والی زبان)، نفس مطمئنہ (اللہ پاک کی تابعداری پر سکون حاصل کرنے والی طبیعت) اور خلاق حسنہ عطا کیے گئے ہوں)

(۴)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا صَلَّى فِي الْعَلَانِيَةِ فَأَحْسَنَ، وَصَلَّى فِي السِّرِّ فَأَحْسَنَ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: هَذَا عَبْدِي حَقًّا". (سنن ابن ماجہ، ج:۳، رقم الحدیث: ۱۰۸۰)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندہ کھلے طور پر سب کے سامنے نماز پڑھتا ہے اور خوبی کے ساتھ پڑھتا ہے اور جب چھپ کر (تنہائی میں) پڑھتا ہے تو اس وقت بھی اسی خوبی کے ساتھ پڑھتا ہے جس خوبی کے ساتھ کہ سب کے سامنے پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا یہ بندہ صدق کا حامل ہے)

(۵)۔ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ، فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَأَزِيدُ، وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَجَزَاؤُهُ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا أَوْ أَغْفِرُ، وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا، وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا، وَمَنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً، وَمَنْ لَقِيَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطِيئَةً لَا يُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَقِيتُهُ بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً". (صحیح مسلم، ج:۳، رقم الحدیث: ۲۳۳۲)

(حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص ایک نیکی کرتا ہے اس کو اس جیسی دس نیکیوں کے برابر ثواب ملتا ہے اور جس کو چاہتا ہوں (اس کے اخلاص کے مطابق) اس سے بھی زیادہ دیتا ہوں۔ جو شخص کوئی برائی کرتا ہے تو اس کو اسی برائی کے برابر سزا ملتی ہے یا میں اسے بھی معاف کر دیتا ہوں۔ جو شخص (اطاعت اور فرماں برداری کے

ذریعے) ایک بالشت (انگلی) میری طرف آتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کی طرف آتا ہوں۔ جو شخص میری طرف ایک ہاتھ آتا ہے میں اس کی جانب دونوں ہاتھوں کے پھیلانے کے برابر بڑھتا ہوں۔ جو شخص میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ جو شخص زمین کے برابر بھی گناہ لے کر مجھ سے ملے گا بشرطیکہ اس نے میرے ساتھ شریک نہ کیا ہو(تو اگر میں چاہوں گا) تو اس کو زمین کے برابر ہی مغفرت عطا کروں گا)

(۲)۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يُقْضٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ رَجُلٌ اسْتُشْهِدَ، فَأُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟، قَالَ: قَاتَلْتُ فِيكَ حَتّٰى اسْتُشْهِدْتُ، قَالَ: كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِأَنْ يُقَالَ جَرِيءٌ، فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى أُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهٗ وَقَرَأَ الْقُرْآنَ، فَأُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟، قَالَ: تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهٗ وَقَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ، قَالَ: كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ عَالِمٌ وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ هُوَ قَارِئٌ، فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى أُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهٖ، فَأُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟، قَالَ: مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ فِيهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ، قَالَ: كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَّادٌ، فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ثُمَّ أُلْقِيَ فِي النَّارِ". (صحیح مسلم، ج:۳، رقم الحدیث: ۴۲۶)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے دن جن کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا، وہ تین طرح کے لوگ ہوں گے:

(i)۔ سب سے پہلے شہید کو لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس پر اپنے انعامات (نعمتیں) گنوائے گا۔ وہ ان سب کا اعتراف (اقرار، تسلیم) کرے گا۔ اللہ پاک پوچھے گا کہ پھر تو نے کیا کام کیے؟ وہ عرض کرے گا کہ میں نے تیری راہ میں جہاد کیا حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ اللہ پاک فرمائے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے اس لیے قتال کیا تھا کہ تجھے بہادر کہا جائے، سو وہ کہا جا چکا۔ اس کے بعد حکم ہو گا اور اسے چہرے کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جا کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

(ii)۔ وہ آدمی جس نے علم سیکھا اور سکھایا ہوگا اور قرآن پاک پڑھ رکھا ہوگا، اسے لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے سامنے اپنے انعامات (نعمتیں) شمار کروائے گا اور وہ ان سب کا اعتراف (اقرار، تسلیم) کرے گا۔ اللہ پاک پوچھے گا کہ تونے کیا نیک کام کیا؟ وہ کہے گا کہ میں نے علم حاصل کیا اور (تیری رضا اور خوشی کے لیے) دوسروں کو سکھایا اور (تیری رضا کے لیے) قرآن پاک پڑھا۔ اللہ پاک فرمائے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے، تونے علم اس لیے حاصل کیا تھا کہ تجھے عالم کہا جائے، وہ کہا جاچکا اور تونے قرآن پاک اس لیے پڑھا تھا کہ تجھے قاری کہا جائے، وہ بھی کہا جاچکا۔ اس کے بعد حکم ہوگا اور اسے بھی چہرے کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جا کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

(iii)۔ تیسرا وہ آدمی ہوگا جس پر اللہ پاک نے کشادگی (رزق اور مال کی زیادتی) فرمائی اور اسے ہر قسم کا مال عطا فرمایا ہوگا، اسے لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے سامنے اپنے انعامات (نعمتیں) شمار کروائے گا اور وہ ان سب کا اعتراف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ پھر تونے ان میں کیا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا کہ میں نے تیرے راستہ میں تیری رضا حاصل کرنے کے لیے مال خرچ کیا۔ اللہ پاک فرمائے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے بلکہ تونے یہ کام اس لیے کیا تھا کہ تجھے بڑا سخی کہا جائے، وہ کہا جاچکا۔ اس کے بعد حکم ہوگا اور اسے بھی چہرے کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم میں پھینک دیا جائے گا)

(۷)۔ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ". قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ؟ قَالَ: "الرِّيَاءُ إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ: يَوْمَ تُجَازَى الْعِبَادُ بِأَعْمَالِهِمْ اذْهَبُوا إِلَى الَّذِينَ كُنْتُمْ تُرَاءُونَ بِأَعْمَالِكُمْ فِي الدُّنْيَا فَانْظُرُوا هَلْ تَجِدُونَ عِنْدَهُمْ جَزَاءً". (مسند احمد، ج:۹، رقم الحدیث:۳۶۰۲)

(حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ شرک اصغر (چھوٹے شرک) کا خوف ہے۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! شرک اصغر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ریاکاری۔ اللہ پاک قیامت کے دن جب لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا (بدلہ) دے گا تو ریاکاروں سے فرمائے گا: دنیا میں جنہیں دکھانے کے لیے تم اعمال کیا کرتے تھے انہی کے پاس جاؤ، دیکھو ان کے پاس تمہیں بدلہ ملتا ہے)

۴۔ اخلاص کے ثمرات

اخلاص کے فائدے بڑے عظیم ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

(۱)۔ اخلاص والوں میں یہ تین باتیں پائی جاتی ہیں۔ یعنی اللہ پاک سچی نیت والوں کو ان تین نعمتوں سے ضرور نوازتا ہے:

(i)۔ ان کی باتوں میں مٹھاس (حلاوت) پائی جاتی ہے۔

(ii)۔ دوسرے کے دل میں ان کا رعب ہوتا ہے۔

(iii)۔ ان کے چہرے پر رونق ہوتی ہے۔

(۲)۔ اخلاص سے بندے کو اللہ پاک اور فرشتوں کی محبت حاصل ہوتی ہے۔

(۳)۔ زمین پر رہنے والوں کے دلوں میں اس کی مقبولیت (شہرت اور محبت) لکھ دی جاتی ہے۔

(۴)۔ اخلاص کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انسانوں کی مدد فرماتا ہے۔

(۵)۔ اخلاص ہدایت میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔

(۶)۔ اخلاص سے دل کو اطمینان اور سکون ملتا ہے اور انسان کو خوش قسمت ہونے کا احساس ہوتا ہے۔

(۷)۔ اخلاص سے انسان کے دل میں ایمان مضبوط ہوتا ہے۔

(۸)۔ اخلاص سے چھوٹی سی نیکی اور معمولی دعا پر بھی بہت زیادہ اجر (انعام) ملتا ہے۔

(۹)۔ اخلاص سے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

(۱۰)۔ اخلاص سے ایمان والی موت نصیب ہوتی ہے۔

(۱۱)۔ اخلاص سے جنت میں داخلہ اور جہنم سے نجات عطا ہوتی ہے۔

۵۔ اخلاص کے بارے میں اقوال

اخلاص کے بارے میں صوفیائے اکرامؒ سے بہت مفید باتیں روایت کی گئی ہیں:

(۱)۔ حضرت حذیفہ مرعشیؒ فرماتے ہیں کہ اخلاص یہ ہے: انسان کے ظاہری اور چھپے اعمال ایک جیسے ہوں۔

(۲)۔ حضرت ابو یعقوب مکفوفؒ فرماتے ہیں کہ اخلاص یہ ہے: انسان جس طرح چاہتا ہے کہ اس کے گناہ لوگوں کی نظروں سے چھپے رہیں اسی طرح اس بات کو بھی پسند کرے کہ اس کی نیکیاں بھی دوسروں کی

نظر سے چھپی رہیں۔

(۳)۔ حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ اخلاص کی تین نشانی ہیں:

(i)۔ عمل (نیکیوں) کا ثواب آخرت میں چاہنا۔

(ii)۔ اعمال (نیکیوں) میں ریاکاری (دکھاوا) کو بھول جانا۔

(iii)۔ عام لوگوں کی طرف سے تعریف اور مذمت سے بے پرواہو جانا۔

(۴)۔ حضرت ابوعثمانؒ فرماتے ہیں کہ انسان کا ہمیشہ اپنی نیکیوں کی بجائے اپنے پیدا کرنے والے پر نظر رکھنا اخلاص ہے۔

(۵)۔ حضرت ابوعثمان مغربیؒ فرماتے ہیں کہ

(i)۔ اخلاص یہ ہوتا ہے کہ انسان کی ایسی حالت ہو جس میں نفسانی خواہش کا دخل نہ ہو۔

(ii)۔ انسان اپنی تمام تر توقعات مخلوق کی بجائے اللہ پاک سے جوڑے۔

(۶)۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مطابق اخلاص یہ ہے کہ انسان کوئی بھی عمل کسی انسان سے بدلہ حاصل کرنے کے لیے نہ کرے بلکہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشی کے حصول کے لیے کرے۔

(۷)۔ حضرت شیخ ضیاء الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ اخلاص مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے معاملہ سے نکالنا ہے۔

۶۔ اہل اخلاص کے واقعات

نصیحت حاصل کرنے کے لیے اخلاص والوں کے چند واقعات درج کیے جاتے ہیں:

(۱)۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ ہجرت کے ارادے سے مکہ مکرمہ سے نکلے تو کفار نے ان کا راستہ روک لیا اور کہا کہ تم مدینہ پاک نہیں جا سکتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ میں تم میں سب سے بڑا تیرانداز ہوں۔ جب تک ایک بھی تیر میرے پاس رہا تم لوگ میرے قریب نہیں آ سکو گے۔ جب تیر ختم ہو جائیں گے تو میں تمہارے ساتھ اپنی تلوار سے لڑونگا۔ جب مجھ میں تلوار اٹھانے کی ہمت اور طاقت نہ رہی تو تم جو چاہو میرے ساتھ سلوک کر لینا، مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ اگر تم لوگ مال چاہتے ہو، تو آؤ میں تم کو اپنے مال کا پتہ دے دیتا ہوں، جا کر لے لو اور میرا راستہ چھوڑ دو تا کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کر سکوں۔ ان لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی یہ بات مان

لی۔حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اپنے دین اور ایمان کی حفاظت کی خاطر اپنا سب مال اور دولت ان کے حوالے کر کے خالی ہاتھ مدینہ منورہ پہنچے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر سارا واقعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عرض کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابویحییٰ (حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی کنیت) تمہارا یہ سودا کامیاب ہوگیا۔ابویحییٰ تمہارا یہ سودا کامیاب ہوگیا۔(تفسیر الدرالمنثور از امام جلال الدین سیوطیؒ بحوالہ تفسیر سورۃ البقرہ،آیت:۲۰۷)

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کی شان میں خصوصی طور پر اور اللہ پاک کی رضا مندی اور خوشی چاہنے والوں کی شان میں عمومی طور پر قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡرِىۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ‌ؕ وَاللّٰهُ رَءُوۡفٌۢ بِالۡعِبَادِ. (سورۃ البقرہ، آیت:۲۰۷)

(اور بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی طلب میں اپنی جان کھپا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑی شفقت کرنے والا ہے)

اللہ پاک کی راہ میں اور اس کی رضا کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دینا نقصان کا نہیں سراسر فائدہ کا سودا ہے۔اس اللہ تعالیٰ کی رضا اور دونوں جہانوں کی کامیابی ملتی ہے۔مرزا غالب نے کیا خوب کہا ہے:

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا

(۲)۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو عکرمہ بن ابوجہل یہ سوچ کر بھاگ نکلا کہ مجھے معافی نہیں مل سکتی۔جدہ کی بندرگاہ پر پہنچا اور کشتی میں سوار ہوگیا۔اللہ پاک کی قدرت کہ جوں ہی کشتی نے کچھ فاصلہ طے کیا تو وہ سمندری طوفان میں پھنس گئی۔ملاح (کشتی چلانے والا) اور مسافروں کو یقین ہوگیا کہ اب بچنے کی کوئی صورت باقی نہیں ہے۔یہ صورت حال دیکھ کر عکرمہ لات، منات اور عزیٰ (مکہ والوں کے بتوں کے نام) کو پکارنے لگا۔ملاح نے مسافروں سے کہا کہ جب کبھی کشتی کو ایسے طوفان سے واسطہ پڑتا ہے تو سچی نیت سے اللہ تعالیٰ کو پکارا جاتا ہے۔اس لیے صرف اور صرف اللہ پاک کے سامنے دعا کرو، شرک اور ریاکاری (دکھاوے) کو چھوڑ دو۔اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کشتی پار لگانے والا نہیں۔

یہ بات عکرمہ کے دل پر اثر کر گئی اور اس نے سوچا کہ اسی بات کی تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تبلیغ کرتے ہیں۔ عکرمہ نے اس خیال کے آتے ہی یہ نیت کر لی کہ اگر اللہ پاک نے بچا لیا تو ضرور اسلام قبول کر لوں گا۔ اللہ پاک کی مہربانی سے یہ سمندری قافلہ سلامتی سے خشکی تک پہنچ گیا۔ عکرمہ واپس مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے پہلے گناہوں کی معافی مانگی اور سچے دل سے توبہ کر کے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے باقی زندگی دین اسلام کی سر بلندی کے لیے خلوص نیت سے جدوجہد کی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ انتہائی مخلص رہے۔ (تفسیر الدر المنثور از امام جلال الدین سیوطیؒ بحوالہ سورۃ یونس، آیت: ۲۲)

(۳)۔ حضرت شداد بن الہاد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرماں برداری کی۔ پھر اس نے کہا کہ میں بھی جہاد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چلوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دیہاتی صحابی رضی اللہ عنہ کو دوسروں کی دیکھ بھال کرنے کی وصیت فرمائی اور جہاد پر ساتھ نہ لیا۔ سفر جہاد سے واپسی پر مال غنیمت تقسیم کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اخلاص نیت کی بنا پر اس دیہاتی صحابی رضی اللہ عنہ کے لیے بھی حصہ نکالا۔ اس وقت یہ ساتھیوں کے جانور چرانے گیا ہوا تھا۔ اس لیے اس کا حصہ اس کے ساتھیوں کے سپرد کر دیا گیا۔ جب وہ وہاں سے واپس آیا اور ساتھیوں نے اس کو اس کا حصہ دیا تو اس نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ ساتھیوں نے جواب دیا کہ یہ غنیمت کا حصہ ہے جو حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمھیں دیا ہے۔

اس دیہاتی صحابی رضی اللہ عنہ نے وہ مال لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ میں نے مال غنیمت میں سے تمہارا حصہ نکالا ہے۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے مال کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرماں برداری نہیں کی تھی بلکہ میں نے اپنی زندگی کو سچے دین کی سربلندی کے لیے وقف کی تھی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو اپنی نیت میں سچا ہے تو اللہ پاک ضرور تجھے سچا کر دکھائے گا۔ پھر یہ دیہاتی صحابی رضی اللہ عنہ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ غزوات (جنگوں) میں شریک ہوتا رہا اور آخر کار ایک غزوہ (جنگ) میں شہید ہو گیا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اٹھا کر لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس نے اللہ پاک کے ساتھ خلوص نیت کا معاملہ رکھا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اسے کامیابی کے لیے چن لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنے جبہ مبارک (قمیض) میں کفن دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی نماز جنازہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلند آواز میں پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے، ہجرت کر کے تیرے راستے میں نکلا تھا اور اب تیرے راستے میں، تیرے دین کی سربلندی کے لیے جدوجہد کرتے ہوئے شہید ہو گیا ہے اور میں اس پر گواہ ہوں۔ (سنن نسائی، ج:۱، رقم الحدیث: ۱۹۵۹)

(۴)۔ بنی اسرائیل (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم) میں سے ایک شخص قحط کے زمانے میں ریت کے ٹیلے کے پاس سے گزرا۔ اس نے دل میں سوچا اگر یہ ریت کا ٹیلہ غلہ بن جائے تو میں اللہ پاک کی رضا اور خوشی کے لیے لوگوں میں تقسیم کر دوں تا کہ قحط زدہ لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچے۔ اللہ پاک نے اس زمانے کے نبی علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ اس شخص سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے تیرا صدقہ قبول کر لیا ہے اور تیری اچھی نیت کا شکریہ ادا کیا ہے۔ تجھے اسی غلے کے مطابق اجر اور ثواب عطا کیا گیا ہے جو تو نے صدقہ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

(۵)۔ مسلمہ بن عبدالملک (ولید بن عبدالملک کا بھائی) نے دشمن کے ایک قلعے کا محاصرہ کیا مگر انہیں سخت مشقت اور تکلیف اٹھانی پڑی۔ اچانک لوگوں نے قلعے میں ایک سوراخ دیکھ لیا مگر کوئی اس میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ لشکر میں سے ایک شخص اس سوراخ میں داخل ہو گیا اور اس نے قلعے کا دروازہ کھول دیا۔ مسلمانوں نے قلعہ فتح کر لیا۔

جنگ کے بعد مسلمہ بن عبدالملک نے اعلان کروایا کہ وہ شخص جس نے یہ کارنامہ سرانجام دیا ہے آگے آئے تا کہ اسے انعام دیا جائے۔ تین بار اعلان کے باوجود کوئی نہ آیا۔ جب چوتھی بار اعلان کرایا گیا تو ایک شخص آیا اور کہنے لگا: صاحب! میں وہ شخص ہوں۔ پھر وہ قسمیں دے کر کہنے لگا اللہ پاک کے لیے مجھے کوئی انعام نہ دیجئے اور نہ ہی مجھے اپنے کام سے ہٹائیے۔ میں نے تو یہ کام صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشی کے لیے کیا ہے۔ مسلمہ بن عبدالملک نے کہا ٹھیک ہے ہم ایسا ہی کریں گے پھر وہ شخص غائب ہو گیا اور اس کے بعد نظر نہ آیا۔

(۶)۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اخلاص ایک نائی سے سیکھا۔ میں ایک دفعہ نائی کے پاس گیا اور اس سے درخواست کی کہ میرے پاس تمہیں دینے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ تم اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے بال بنا دو۔ اس وقت وہ مکہ معظّمہ میں ایک امیر اور عزت دار آدمی (رئیس) کے بال بنا رہا تھا۔ اس نے فوراً اس کا کام چھوڑ کر مجھے کہا کہ تم بیٹھ جاؤ۔ رئیس نے اعتراض کیا تو نائی نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ جب درمیان میں اللہ پاک کا نام اور واسطہ آجاتا ہے تو میں باقی سب کام چھور دیتا ہوں۔ نائی کے اس جواب پر میں بہت حیران ہوا۔ پھر وہ میرے قریب آیا اور میرے سر پر بوسہ (پیار) دیا۔ میرے بال بنانے کے بعد اس نے مجھے ایک کاغذ کی پوٹلی (پڑیا) دی جس میں کچھ رقم تھی۔ اس نے مجھ سے درخواست کی کہ اس رقم کو بھی اپنے استعمال میں لائیے۔ حجام کے لہجے میں بڑا اخلوص تھا۔
حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے نائی سے وہ رقم قبول کر لی اور دل میں وعدہ کیا کہ اپنی پہلی کمائی اس خلوص دل رکھنے والے نائی کی نذر کروں گا۔ پھر کچھ دنوں بعد مجھے کچھ رقم ملی تو میں اسے لے کر نائی کے پاس پہنچا۔ وہ رقم اس کی خدمت میں پیش کر دی۔ نائی نے حیران ہو کر پوچھا تو میں نے پورا واقعہ بیان کر دیا۔ میری نیت کا حال سن کر اس کے چہرے پر ناگواری (ناپسندی) کے تاثرات ابھر آئے۔ اس نے کہا کہ اے شخص! تو نے مجھے اللہ پاک کے واسطے بال بنانے کے لیے کہا، میں نے بنا دیئے اور اب اس کی مزدوری دے رہا ہے۔ تم نے کسی انسان کو دیکھا ہے کہ وہ اللہ پاک کے واسطے کام کرتا ہے اور پھر اس کی مزدوری لیتا ہے۔

(۷)۔ انسان کے اخلاص کا اس کے معاملات پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ حتیٰ کہ مسجد بنانے جیسا اچھا کام بھی انسان کی بری نیت کی وجہ سے گناہ بن جاتا ہے۔ اس کی واضح مثال مسجد ضرار ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی ہجرت مدینہ سے پہلے مدینہ منورہ میں ایک شخص ابو عامر راہب تھا۔ یہ خزرج کے قبیلے میں سے تھا۔ جاہلیت کے زمانے میں نصرانی بن گیا تھا۔ اہل کتاب کا علم بھی پڑھا تھا۔ عبادت گزار بھی تھا اور لوگ اس کی بزرگی کے قائل تھے۔ جب حضور نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو لوگ گروہ در گروہ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر اسلام قبول کرنے لگے۔ اس سے اس راہب کی ظاہری شہرت میں کمی آگئی، جس سے وہ حسد میں مبتلا ہو گیا اور کھلم کھلا مسلمانوں کی مخالفت کرنے لگا۔

یہ شخص اسلام کی کامیابیاں دیکھ کر روم کے بادشاہ ہرقل کے پاس پہنچا اور اسے حضور نبی کریم ﷺ سے لڑائی کے لیے راضی کیا۔ ہرقل نے بھی مدینہ شریف پر حملہ کرنے کا وعدہ کر لیا۔ اس وقت ابو عامر راہب نے اپنے ہم خیال لوگوں کو خط لکھا کہ اب میں مسلمانوں کی جڑیں کاٹ دونگا میں نے ہرقل کو جنگ کے لیے راضی کر لیا ہے۔ وہ ایک بڑا لشکر لے کر چڑھائی کرنے والا ہے۔ تم میرے لیے ایک مسجد تعمیر کرو تاکہ میرے قاصد جو آئیں وہ وہیں ٹھہریں، وہیں مشورے ہوں، ہمارے لیے وہ پناہ کی اور گھاٹ لگانے کی محفوظ جگہ بن جائے اور مسلمانوں میں اس سے تفرقہ پیدا ہو۔

چنانچہ منافقین نے مسجد قبا کے پاس ہی ایک اور مسجد کی تعمیر شروع کر دی اور تبوک کی لڑائی کے لیے حضور نبی کریم ﷺ کے روانہ ہونے سے پہلے ہی اسے خوب مضبوط بنا لیا۔ اس مسجد کی تعمیر کے بعد منافقین حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ بوڑھوں اور کمزور لوگوں کو دور جانے میں بڑی تکلیف ہوتی ہے، خصوصاً سردیوں کی راتوں میں کمزور، بیمار اور معذور لوگ دور دراز کی مسجد میں بڑی دقت سے پہنچتے ہیں۔ اس لیے ہم نے قریب ہی یہ مسجد بنالی ہے۔ آپ ﷺ ہماری مسجد میں تشریف لائیے اور نماز ادا کیجئے تاکہ ہمارے لیے یہ بات دلیل ہو جائے اور ہم وہاں نماز شروع کر دیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس وقت تو میں سفر پر جا رہا ہوں واپسی پر سہی، جو اللہ پاک فیصلہ فرمائے۔ حضور نبی کریم ﷺ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو راستے میں ہی اللہ پاک نے وحی کے ذریعے آپ ﷺ پر منافقین کی بنائی گئی مسجد کی حقیقت ظاہر فرما دی اور بتایا گیا: حقیقت میں منافقین چاہتے ہیں کہ لوگوں کو مسجد قبا میں جانے سے روک دیں اور اسلام کو نقصان پہنچائیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین مسجد قبا میں نماز پڑھیں اور منافقین کی بنائی گئی اس مسجد کو گرا دیں۔

اللہ پاک کے حکم کے مطابق اس مسجد کو اس کے بنانے والوں کی نیت کی خرابی کی وجہ سے آگ لگا دی گئی۔ تاریخ میں منافقین کی بنائی گئی یہ مسجد، مسجد ضرار کے نام سے مشہور ہے۔ (تفسیر الدر المنثور از امام جلال الدین سیوطیؒ بحوالہ تفسیر سورۃ التوبہ، آیت ۱۰۷)

وہ مساجد جن کو تقویٰ کی نیت سے بنایا جاتا ہے اور وہ جن کو منافقت کی نیت سے بنایا جاتا ہے، ایک

جیسی نہیں ہوسکتیں۔ اللہ پاک نے اپنی پاک کتاب قرآن پاک میں اس اصول کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے:

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ. (سورۃ التوبہ، آیت:۱۰۹)

(بھلا جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ پاک سے ڈرنے اور اس کی رضامندی پر رکھی ہو وہ بہتر ہے یا جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایک کھائی کے کنارے پر رکھی جو گرنے والی ہے؟ پھر وہ اسے دوزخ کی آگ میں لے گری)

کتابیات

۱۔ احمد بن حنبلؒ، حضرت امام، 'مسند امام احمد بن حنبلؒ' ترجمہ مولانا محمد ظفر اقبال، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ۲۰۰۴

۲۔ ابن ماجہؒ، حضرت حافظ ابی عبداللہ محمد بن یزید، 'سنن ابن ماجہ' ترجمہ مولانا محمد قاسم امین، مکتبہ العلم، لاہور، ۲۰۱۰

۳۔ القشیریؒ، امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن، 'الرسالہ القشیریہ فی علم التصوف' ترجمہ شاہ محمد چشتی، ادارہ پیغام القرآن، لاہور، ۲۰۰۷

۴۔ ابوالخیرؒ، شیخ ابوسعید، 'رباعیات' ترجمہ مولانا حامد حسن قادری، قادری اکادمی، کراچی، ۱۹۹۰

۵۔ ابن جوزیؒ، امام عبدالرحمٰن، 'عیون الحکایات'، مکتبہ المدینہ، کراچی، ۲۰۰۷

۶۔ ابن جوزیؒ، امام عبدالرحمٰن، 'منہاج القاصدین' ترجمہ محمد سلیمان کیلانی، ادارہ معارف اسلامی، لاہور، ۱۹۸۵

۷۔ ابن جوزیؒ، امام عبدالرحمٰن، 'تلبیس ابلیس'، مکتبہ الاسلامیہ، لاہور، ۲۰۰۹

۸۔ ابن کثیرؒ، حافظ عماد الدین ابوالفداء، 'تفسیر ابن کثیر' ترجمہ مولانا محمد جوناگڑھی، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ۲۰۰۶

۹۔ ابن ابی دنیاؒ، امام ابوبکر عبداللہ بن محمد قرشی، 'شکر اللہ عزوجل: شکر کے فضائل'، مکتبہ المدینہ، کراچی، ۲۰۱۰

۱۰۔ ابن سعدؒ، محمد، 'طبقات ابن سعد: طبقات کبیر' ترجمہ علامہ عبداللہ العمادی، نفیس اکیڈیمی، کراچی، ۲۰۰۶

۱۱۔ ابن قیمؒ، علامہ حافظ، 'عدۃ الصابرین وذخیرۃ الشاکرین'، دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۹۸۸

۱۲۔ ابن قیمؒ، علامہ حافظ، 'مدارج السالکین'، دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۹۸۸

۱۳۔ ابن تیمیہؒ، شیخ الاسلام، 'جلاء العینین'، دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۹۸۸

۱۴۔ ابوالمعالی، عبداللہ بن محمد بن علی بن حسن بن علی ہمدانی، 'رسالہ لوائح'، منوچہری، تہران، ۱۹۸۵

۱۵۔ اسکندریؒ، شیخ ابن عطاء، 'تدبیر وتقدیر' ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ۲۰۰۶

۱۶۔ اسمٰعیل شہیدؒ، شاہ، 'ایضاح الحق الصریح'، زمزم پبلشرز، کراچی، ۲۰۰۵

۱۷۔ احمد شہیدؒ، سید، 'صراط مستقیم'، سنی اکیڈمی پاکستان، لاہور، ۱۹۸۸

۱۸۔ الدیلمیؒ، شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ، 'مسند الفردوس بماثور الخطاب، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۹۸۷

۱۹۔ امداد اللہؒ، حضرت مہاجر مکی، 'رجوم المزنبین'، دار الفکر، بیروت، ۱۹۷۱

۲۰۔ بخاریؒ، حضرت امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، 'صحیح بخاری' ترجمہ حضرت مولانا محمد داؤد راز، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، دہلی، ۲۰۰۴

۲۱۔ بخاریؒ، حضرت امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، 'آداب المفرد' اسلامک اکیڈمی، لندن، ۲۰۰۶

۲۲۔ باہوؒ، حضرت سخی سلطان، 'ابیات باہوؒ' فقیر عبدالحمید، لاہور، ۱۹۹۹

۲۳۔ البیہقیؒ، حضرت امام ابی بکر احمد بن حسین، ' شعب الایمان' ترجمہ مولانا قاضی ملک محمد اسماعیل، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۷

۲۴۔ پانی پتیؒ، قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی مجددی، 'تفسیر مظہری'، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۹۹

۲۵۔ ترمذیؒ، حضرت امام محمد بن عیسیٰ، 'جامع ترمذی' ترجمہ مولانا فضل احمد، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۶

۲۶۔ تھانویؒ، مولانا اشرف علی، 'سکون قلب'، مکتبہ انعامیہ، کراچی، ۱۹۸۶

۲۷۔ جیلانیؒ، شیخ عبدالقادر، 'فیوض یزدانی: فتح الربانی' ترجمہ مولانا عاشق الٰہی، اعتقاد پبلشنگ ہاوس، نئی دہلی، ۱۹۸۶

۲۸۔ جیلانیؒ، شیخ عبدالقادر، 'غنیۃ الطالبین' ترجمہ مولانا علامہ محمد صدیق ہزاروی سعیدی، حامد اینڈ کمپنی، لاہور، ۱۹۸۸

۲۹۔ جیلانیؒ، شیخ عبدالقادر، 'آداب السلوک' ترجمہ ظفر اقبال کلیار، زاویہ فاؤنڈیشن، لاہور، ۲۰۰۰

۳۰۔ دہلویؒ، شاہ ولی اللہ محدث، 'ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء' ترجمہ مولانا محمد عبدالشکور، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱۹۹۹

۳۱۔ دہلویؒ، شاہ ولی اللہ محدث، 'حجۃ اللہ البالغۃ: رحمۃ اللہ واسعۃ' ترجمہ مولانا محمد سعید پالن پوری، زمزم پبلشرز، کراچی، ۲۰۰۵

۳۲۔ رومیؒ، مولانا جلال الدین، 'مثنوی معنوی' ترجمہ قاضی سجاد حسین، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور، ۲۰۰۶

۳۳۔ سعدیؒ، شیخ شرف الدین مصلح، 'حکایات سعدی: بوستان سعدیؒ انسائیکلوپیڈیا' ترجمہ مولانا غلام حسن

قادری، مشتاق بک کارنر، لاہور، ۱۹۹۸

۳۴۔ سہروردیؒ، شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر، 'آداب المریدین' ترجمہ محمد عبدالباسط، تصوف فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۹۸

۳۵۔ سراجؒ، شیخ ابونصر، 'کتاب اللمع فی التصوف' ترجمہ سید اسرار بخاری، تصوف فاؤنڈیشن، لاہور، ۲۰۰۰

۳۶۔ سیوطیؒ، امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر، 'تفسیر درالمنثور فی التفسیر بالماثور' ترجمہ پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ، ضیاء القرآن، لاہور، ۲۰۰۶

۳۷۔ شافعیؒ، امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی، 'حلیۃ اولیاء و طبقات الاصفیاء' ترجمہ مولانا محمد اصغر مغل، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۶۔

۳۸۔ الشافعیؒ، امام ابوالحسن الشطنوفی، 'زبدۃ الآثار تلخیص بہجۃ الاسرار' تلخیص شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، مکتبہ نبویہ، لاہور، ۲۰۰۱

۳۹۔ طبرانیؒ، حافظ ابی القاسم سلیمان بن احمد، 'طبرانی کبیر'، مکتبہ ابنِ تیمیہ، قاہرہ، ۲۰۰۰

۴۰۔ علیؓ، حضرت، 'نہج البلاغۃ' ترجمہ سید ذیشان حیدر جوادی، محفوظ بک ایجنسی، کراچی، ۱۹۹۹

۴۱۔ علی متقی بن حسام الدینؒ، حضرت علامہ علاء الدین، 'کنز العمال' ترجمہ مولانا مفتی احسان اللہ شائق، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۹

۴۲۔ عبدالبر، لابی عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد، 'الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب'، دارالجبل، بیروت، ۱۹۷۱

۴۳۔ الغزالیؒ، امام ابوالحامد محمد، 'احیاء العلوم الدین' ترجمہ مولانا ندیم الواجدی، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۹۹

۴۴۔ الغزالیؒ، امام ابوالحامد محمد، 'مکاشفۃ القلوب' ترجمہ محمد الیاس عادل، مشتاق بک کارنر، لاہور، ۲۰۰۰

۴۵۔ قرطبیؒ، امام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابوبکر، 'تفسیر قرطبی' ترجمہ پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ، ضیاء القرآن، لاہور، ۲۰۱۲

۴۶۔ الکلاباذیؒ، امام ابوبکر بن ابواسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب البخاری، 'تعرف' ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن، تصوف فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۹۸

۴۷۔ منیریؒ، شیخ شرف الدین احمد یحییٰ، 'معدن المعانی' ترجمہ شاہ قسیم الدین احمد شرفی البلخی، مکتبہ شرف، پٹنہ، ۲۰۱۱

۴۸۔ المکیؒ، شیخ ابوطالب محمد بن عطیہ حارثی، 'قوت القلوب' ترجمہ محمد منظور الوجیدی، شیخ غلام اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۹۹

۴۹۔ مالک بن انسؒ، حضرت امام، 'موطا امام مالک' ترجمہ حافظ زبیر علی، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۰۹

۵۰۔ مودودیؒ، سید ابواعلیٰ، 'تفہیم القرآن'، الاصلاح کمیونیکیشن نیٹ ورک، لاہور، ۱۹۹۹

۵۱۔ مجدد الف ثانیؒ، شیخ احمد شرہندی، 'مکتوبات امام ربانی'، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، ۱۹۷۶

۵۲۔ ندویؒ، شیخ ابوالحسن علی، 'تزکیہ واحسان'، مجلس نشریات، کراچی، ۲۰۰۴

۵۳۔ نسائیؒ، حضرت امام احمد بن شعیب، 'سنن نسائی' ترجمہ مولانا افضل احمد، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۱

۵۴۔ ہجویریؒ، سید علی، 'کشف المحجوب' ترجمہ میاں طفیل محمد، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۸۸

صاحب کتاب

ظفر اللہ خان نے ابتدائی دینی و دنیاوی تعلیم صوفیائے کرام کے شہر ملتان میں حاصل کی۔ وفاق المدارس العربیہ سے الشہادۃ العالمیہ فی العلوم الاسلامیہ کیا۔ قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد سے ایم ایس سی (بین الاقوامی تعلقات) کے امتحان میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ کچھ عرصہ تک انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں تدریس کے شعبے سے منسلک رہنے کے بعد، سول سروس آف پاکستان کے ڈسٹرکٹ مینجمنٹ گروپ (1987ء) میں شمولیت اختیار کر لی۔ سٹی یونیورسٹی لندن (1997ء) سے ایل ایل بی کے امتحان میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ یونیورسٹی آف ویسٹ آف انگلینڈ، برسٹل (برطانیہ) سے قانون میں پوسٹ گریجویٹ ڈپلومہ حاصل کیا اور لنکنز ان (1998ء) سے بار ایٹ لاء کرنے کے بعد ملازمت سے استعفیٰ دے کر قانون کے شعبے سے منسلک ہو گئے۔ ہیگ (ہالینڈ)، تورین (اٹلی)، جنیوا (سوئٹزرلینڈ) اور آکسفورڈ (برطانیہ) سے قانون اور بین الاقوامی تعلقات پر کئی خصوصی کورسز کیے۔ وفاقی سیکرٹری برائے قانون وانصاف اور وزیر اعظم پاکستان کے خصوصی معاون/ وفاقی وزیر برائے قانون وانصاف، وزیر برائے حقوق انسانی، وزیر برائے اقتصادی امور، وزیر برائے کابینہ اور وزیر برائے پارلیمانی امور بھی رہے۔ آپ اسلام، تصوف، قانون اور حقوق انسانی پر کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

مشتاق بک کارنر

الکریم مارکیٹ۔ اُردو بازار، لاہور فون: 042-37230350